ماہنامہ نعت لاہور

جلد ۷ — مئی ۱۹۹۴ء — شمارہ ۵

اختر الحامدیؒ کی نعت

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

ڈپٹی ایڈیٹر: شہناز کوثر، اظہر محمود

مینجر: اختر محمود

مشیرِ خصوصی: چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

قیمت ۱۵ روپے (فی شمارہ)
۱۶۰ روپے (زر سالانہ)
عرب ممالک کے لیے: ۱۰۰ ریال

پرنٹر: حاجی محمد نعیم کھوکھر، جیم پرنٹرز، لاہور

پبلشر: راجا رشید محمود

کمپیوٹر کمپوزنگ: نعت کمپوزنگ سنٹر

خطاط: منظر رقم

بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید، بک بائنڈنگ ہاؤس، ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور

اظہر منزل مسجد [illegible] ملتان روڈ

فون [illegible] لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ [illegible]

باسمہٖ تعالیٰ

آسمانِ نعت میں بہت سے ستاروں کا وجود ہے

ستارے جو روشنی پیدا کرنے والے ہیں اور ستارے جو روشنی منعکس کرتے ہیں۔ ان میں بیشتر اتنے بڑے ہیں کہ شعر و سخن کی بہت سی زمینیں ان میں سے ایک ایک کے اندر سما سکتی ہیں

چرخِ نعت کا ہر ستارہ اپنی الگ حیثیت رکھتا ہے۔ آنکھ رکھنے والوں کو جتنے ستارے نظر آتے ہیں، باریک بینوں کو اس سے بہت زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ دل کی آنکھیں رکھنے والوں کو تو گلیکسیوں میں لاتعداد ستاروں کا علم بھی ہوتا ہے

گردونِ نعت کا ہر ستارہ اپنی جگہ ایک مستقل کائنات ہے۔ اس سے محبت کی روشنی پھوٹتی ہے، اس میں ارادت کا نور جھلکتا ہے، اس سے عقیدت کی خنکیاں مترشح ہوتی ہیں

ہر ستارے کی ہستی جس نظامِ رحمت کی بنیاد پر قائم ہے، اس کے گن گاتی ہے

اب ضرورت ہے کہ آسمانِ نعت کے جو درخشندہ ستارے تنقید کی نگاہوں کو خیرہ کرتے ہیں، ان کی توصیف میں زبان و قلم کو حرکت میں لایا جائے

ان میں سے ایک اختر، جو سب سے زیادہ چمکتا دمکتا نظر آتا ہے، زیرِ نظر اشاعت میں اس کی عظمت کو خراجِ تحسین پیش کرنا مطلوب ہے۔

فہرست

علامہ اختر الحامدیؒ کی نعت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زمیں طیبہ کی رشکِ آسماں ہے
یہاں کا ذرہ ذرہ کہکشاں ہے

یہی تو اصلِ ربط جسم و جاں ہے
بس ان کا ذکر ہے، میری زباں ہے

ہے موضوعِ سخن ارضِ مدینہ
مقدس کتنی دل کی داستاں ہے

بسا ہے قلب میں رب، روح میں تم
ہے مکہ دل، مدینہ میری جاں ہے

پناہِ این و آں رُوئے زمیں پر
فقط میرے نبیؐ کا آستاں ہے

ہے فردوسِ نظر روضہ نبیؐ کا
نگاہوں میں فرازِ لامکاں ہے

درِ سرکارؐ پر سجدہ کناں ہوں
وہاں ہے عرش، میرا سر جہاں ہے

پہنچ جائیں گی تا منزل امیدیں
کرم تیرا، امیدِ کارواں ہے

درِ محبوبؐ پر پہنچے اب اختر
بس اک حدِ تنفس درمیاں ہے

(غیر مطبوعہ)

اخترِ چرخِ نعت

تحریر: عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

جناب اختر الحامدی ولد سید محمد ایوب مرحوم کی پیدائش ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء بروزِ ایمان افروز جمعۃ المبارک اپنے ننھیال جودھپور مارواڑ میں ہوئی۔ موصوف کا تاریخی نام "محمد مرغوب" ہے۔ آپ والدِ محترم کی طرف سے مودودی النسب سید اور مادری سلسلہ سے جیلانی سید ہیں۔ موصوف کے جدِ اعلیٰ حضرت خواجہ سید قطب الدین محمد مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت خواجہ کی نسل سے ایک بزرگ خواجہ محمد خضر علیہ الرحمہ سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ کے عہدِ حکومت میں ہرات سے وارد ہند ہوئے تھے۔ خواجہ محمد خضر ایک باکمال بزرگ تھے جن سے سلطان کو بے حد عقیدت ہوگئی تھی اور اسی تعلق خاطر اور نیازمندی کی وجہ سے بادشاہ نے مضافاتِ اجمیر شریف سے چار مواضع یعنی ڈوڈیانہ، دلواڑی، ہاتھی کھیڑا اور آکھرِی ان کے نذر کئے تھے جن پر موصوف کے خاندان کا قبضہ رہا اور تقسیمِ ہند کے وقت مذکورہ چاروں مواضع مولانا اختر الحامدی کے قبضے میں تھے۔ ظاہر ہے کہ مولانا بفضلہٖ تعالےٰ فارغ البال تھے اور تقسیمِ ہند تک اس گھرانے کا شمار اجمیر شریف کے روسا میں ہوتا تھا (ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ)

مولانا اختر الحامدی مدظلہ کے والدِ ماجد مولانا محمد ایوب متخلص مودودی اجمیری علیہ الرحمہ حضرت خلش اجمیری رحمہ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، جن کو حکیم مومن خاں مومن دہلوی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ والدِ مرحوم کو بہترین غزل گو شاعروں اور

اساتذۂ فن میں شمار کیا جاتا تھا۔ موصوف کے چند اشعار بطورِ نمونہ ملاحظہ ہوں۔

ڈھنگ اچھے ہیں آزمانے کے
عذر معقول ہیں ستانے کے

دلِ بسمل پہ گر پڑی بجلی
اے میں قربان مسکرانے کے

کوچۂ غیر میں نشانِ قدم
نقش ہیں یہ مرے مٹانے کے

بگڑنا کھیل ہے، وہ روٹھ جاتے ہیں منانے سے
انوکھے ہیں طبیعت کے، نرالے ہیں زمانے سے

اجمیر شریف کی ادبی انجمنوں نے موصوف کی فنی خدمات کو سراہا اور فنی مہارت کے پیشِ نظر متفقہ طور پر انہیں "قادر الکلام" اور "تاج الشعرا" کے خطابات دے کر خراجِ عقیدت پیش کیا تھا۔

جناب اختر الحامدی کی پرورش ننھیال میں ہوئی۔ عربی، فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے نانا جان مولانا مفتی سید راحت علی صاحب راحت قادری جیلانی علیہ الرحمہ سے پڑھیں اور قرآنِ کریم ناظرہ بھی انہی سے پڑھا۔ اس کے بعد موصوف کو "دار العلوم یادگارِ اسحاقیہ حنفیہ رضویہ" میں داخل کروا دیا گیا۔ وہاں حضرت علامہ عبد المصطفٰے الاعظمی الازہری مدظلہ العالی اور علامہ غلام یزدانی اعظمی علیہ الرحمہ جیسے بزرگوں سے جی بھر کر علمی پیاس بجھائی اور درسِ نظامی کی تکمیل کر کے سندِ فراغ حاصل کی۔ اس کے ساتھ ہی تحصیلِ علومِ شرقیہ کی طرف بھی متوجہ رہے۔ فارسی میں منشی فاضل اور اردو میں ادیب فاضل کے امتحانات پاس کر کے سندات حاصل کیں۔ سن ۱۳۶۱ھ میں مجددِ مأتہ حاضرہ قدس سرہٗ کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامدؔ رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جودھپور مارواڑ تشریف لے گئے تو اختر صاحب ان کے ارادت مندوں میں شامل ہو کر اختر سے اختر الحامدی ہو گئے۔ اس سال بریلی شریف

مرشدِ گرامی کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تو حضرت حجۃ الاسلام نے اپنے مدرسہ جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی سے سنداتِ اختر کی تجدید کر دی اور ان پر اپنی مُہر بھی ثبت فرما دی۔ مرشدِ برحق کی یہ ایسی نوازش تھی جو سعادتمندوں ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ اسی لیے تو مولانا اختر الحامدی یوں فخر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اخترؔ ازل سے حلقہ بگوشِ حضورؐ ہوں
قسمت سے آ گیا درِ حامدؔ رضا پسند

کسبِ معاش کے سلسلے میں موصوف نے ملازمت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اولاً اجمیر شریف کے ایک مڈل اسکول میں اردو فارسی کے استاد رہے اور کچھ عرصہ بعد اپنے ننھیال آکر یادگارِ اسحاقیہ حنفیہ رضویہ میں اردو اور فارسی کے مدرس مقرر ہو گئے۔ آخر میں رفیق الاسلام ہائی اسکول کی ملازمت اختیار کی اور قیامِ پاکستان تک اسی میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔

شاعر بھی اکثر محنتِ شاقہ ہی سے بنا جاتا ہے لیکن اس کے برعکس بعض حضرات پیدائشی شاعر بھی ہوتے ہیں اور ان کی شاعری کے آثار بچپن ہی سے نظر آنے لگتے ہیں۔ مولانا اختر الحامدی بھی ایک پیدائشی شاعر ہیں اور ایسے خوش نصیب شاعر ہیں کہ ان کی شاعری کا اول و آخر نعت گوئی ہے۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ نے پہلی نعت لکھی جو ایک سو ایک اشعار پر مشتمل تھی، قارئینِ کرام کی ضیافتِ طبع کی غرض سے مذکورہ نعت کا مطلع اور مقطع تحریر کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

آ کہ ہے حسرتِ دیدار مدینے والے
جاں بلب ہے ترا بیمار مدینے والے

پُرسشِ روزِ جزا کا نہیں غم اخترؔ کو
سر پہ ہیں احمدِؐ مختار مدینے والے

جب آپ یہ نعت شریف لے کر اپنے ماموں مولانا حکیم سید اصغر علی اصغر رضوی حامدی مرحوم تلمیذ جناب احسن مارہروی مرحوم کے پاس حاضر ہوئے تو پڑھ کر

انھیں اتنی خوشی ہوئی جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ معاً" پیشانی کو بوسہ دیا اور اس ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات دیکھ کر فوراً" جناب اختر الحامدی کو حضرت سحر البیان، استاذ الشعرا علامہ بیدل بدایونی خلفِ جناب بیخود بدایونی جانشینِ داغ دہلوی کی خدمت میں لے گئے اور ان کے حلقۂ تلامذہ میں شامل کروا دیا۔ جناب بیدل بدایونی مرحوم نے بھی جب مذکورہ نعت سنی تو باغ باغ ہوئے اور موصوف پر خاص نظرِ کرم فرمانے لگے لیکن زیادہ دیر تک یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا کیونکہ علامہ بیدل بدایونی کا سایہ ظاہری طور پر ان کے شاگردوں کے سروں سے اٹھ گیا۔

موصوف کے وصال کے بعد مولانا اختر الحامدی نے پاک و ہند کے مشہور نعت گو شاعر، لسان الحسان علامہ ضیاء القادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ حضرت علامہ ضیاء القادری مرحوم جناب احمد علی اسیر بدایونی مرحوم کے شاگرد تھے اور وہ مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی مرحوم کے۔ جناب اختر الحامدی کا نعتیہ کلام علامہ یعقوب حسین ضیاء القادری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء) کی ضیا پاشیوں سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ ۲۵ جنوری ۱۹۵۴ء کو استاذِ محترم نے جناب اختر کو سندِ فراغت دیتے ہوئے ایک بیج بھی عنایت فرمایا جس پر کشیدہ کاری کے ذریعے ایک شعر تحریر تھا اور نیچے استادِ مرحوم کا اسمِ گرامی، وہ شعر یہ ہے۔

انجم صبح سعادت اختر
شاعرِ بزم رسالت اختر

مولانا اختر الحامدی چونکہ امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے عاشقِ زار، نیز اسی بارگاہ کے خوشہ چیں اور فیض یافتہ ہیں، اسی لئے آپ کا قلم بہت محتاط ہے۔ نعت گوئی کے پُل صراط پر آپ کے قدم لڑکھڑاتے ہوئے دیکھے نہیں گئے بلکہ سلامتی کے ساتھ ہی رواں دواں نظر آ رہے ہیں حالانکہ تشبیہوں، استعاروں اور حسنِ تعلیل کے مواقع پر ڈگمگانا یا پھسل جانا بعید نہیں ہوتا۔ مولانا کی کامیابی اور سلامت روی کا اندازہ مندرجہ ذیل اشعار سے کیا جا سکتا ہے۔

صبح کی آغوش میں لیتی ہے شب انگڑائیاں
یا ہے خم عارض پہ زلفِ مشک فام مصطفیٰ

بادِ زلف و عارض کا لطف رات بھر پایا
بخت کے اندھیرے میں نور تا سحر پایا

چودھویں کی شب میں معروفِ تلاوت ہیں بلالؓ
کتنا روشن دائرہ عارض پہ ہے تِل کے قریب

تاروں کو شکل دی ترے دندانِ پاک کی
حق کو ہیں کس قدر یہ دُرِ بے بہا پسند

ہجوم انبیا میں یوں ہیں ختم المرسلینؐ اختر
کہ جیسے چودھویں کا چاند روشن ہو ستاروں میں

گوشِ نازک سے ہے یوں زلفِ نبیؐ کا اتصال
دو حسیں جیسے بہم اسرار کی باتیں کریں

لیلۃ القدر سے وَالفَجر عیاں ہے کہ نہیں
عارضِ نور، پسِ زلف نہاں ہے کہ نہیں

نبیؐ کی خاکِ پا کے شوخ ذرے اڑتے پھرتے ہیں
کہاں سے آ گئیں تابانیاں ورنہ ستاروں میں

پھولوں کی بزم ہو کہ ہو تاروں کی انجمن
ہوتی ہے آپؐ کے لب و دنداں کی گفتگو

مکہ کی شب میں صبح مدینہ ہے جلوہ گر
کیا حسن عارضِ پسِ زلفِ دوتا بھی ہے

نازک یہ بھنویں ان کی عارض پہ یہ خال ان کا
معروفِ تلاوت ہے کعبہ میں بلال ان کا

نعت یا نعتیہ دیوان پڑھنے والے ہر صاحبِ ذوق کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ الفاظ

کے آئینے میں، وہ دنیا کے سب سے بڑے اور بے مثل انسان کی تصویر دیکھے۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل و کمالات بیان کرنا ہی تو نعت گوئی ہے باقی سب کچھ اپنی فنی مہارت اور نشۂ الفت کے تحت اپنے دلی جذبات کی کیفیت کا بیان و اظہار ہوتا ہے۔ "نعت محل" (جناب اختر الحامدی کے مطبوعہ مجموعۂ نعت) کے مطالعہ سے یقیناً" ہر قاری کی دلی خواہش پوری ہو سکتی ہے اور سکونِ قلب کی دولت میسر آسکتی ہے کیونکہ اُسے الفاظ کے آئینے میں اپنے باکمال محبوب آقا بلکہ سب سے باکمال آقاؤں کے آقائے نامدار، حبیبِ پروردگار، احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظر آ جاتے ہیں۔ حضرت مولانا اختر الحامدی نے سید المرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل و کمالات اور محامد و محاسن انفرادی شان سے بیان کئے ہیں جو محبت بھرے اور نیاز مند دل کی والہانہ آواز ہے جسے فنی مہارت اور قادر الکلامی سے الفاظ کے جامے میں ملبوس کر دیا ہے۔

باری تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو کمالات بیان فرمائے، خود فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تحدیثِ نعمت کے طور پر جو اپنے فضائل بتائے اور جمیع افرادِ عالم سے اپنے ممتاز و منفرد ہونے پر جس طرح سراپا بُرہان اور ہمہ وقت اور ہمہ طور اس امر کے زندہ شواہد ظاہر فرماتے رہے جنہیں دیکھ کر اہلِ نظر حضرات ان پر ہزار جان سے نثار ہو کر ان کی خاطر تن من دھن کی بازی لگاتے رہے یعنی بقول امامِ اہلِ سنت مجددِ مأۃ حاضرہ قدس سرہٗ۔

حُسنِ یوسفؑ پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

والے مناظر بار ہا سامنے آئے جن کی نظیر چشمِ فلکِ کہن نے کبھی نہیں دیکھی ہوگی۔ مولانا اختر الحامدی نے فضائل و کمالاتِ مصطفویؐ کا بیان "حدائقِ بخشش" کی طرح اسی انداز میں کیا ہے جیسے قرآن و حدیث میں مذکور ہوئے اور بزرگانِ دین د

اہلِ نظر حضرات نے ان سے جو کچھ سمجھا اور دوسروں کو بتایا تھا۔ اس طرح "نعت محل" میں عقیدۂ رسالت کو اس کی اصلی شکل میں پیش کیا گیا ہے جو خوش عقیدہ حضرات کے لئے استقامت اور پختگیٔ ایمان کا سبب اور ان گندم نما جو فروش مدعیانِ اسلام کے لئے درسِ عبرت اور خیر خواہی ہے جو توہین و تنقیصِ شانِ رسالت کو اپنا محبوب مشغلہ بنائے ہوئے ہیں۔ ضیافتِ طبع محبین اور اثباتِ مدعا کی خاطر ایسے چند اشعار بطورِ نمونہ ہدیۂ انظارِ ناظرین کرتا ہوں:

نامِ اقدس، کلکِ قدرت نے لکھا ہر چیز پر
یعنی ہے کونین کی ہر شے بنامِ مصطفیٰؐ

اک اک ادا ہے آپ کی آیاتِ بیّنات
جس زاویہ سے دیکھئے قرآں ہیں مصطفیٰؐ

گردش میں جس کے گرد ہے پرکارِ کائنات
وہ ایک خاص مرکزِ دوراں ہیں مصطفیٰؐ

اللہ غنی رفعتِ ایوانِ محمدؐ!
ہے عرشِ الٰہی کو بھی زینے کی تمنا

کعبہ کو جس نے قبلۂ عالم بنا دیا
تھی کس کی چشمِ ناز وہ شاہاؐ ترے سوا

کس کی رِضا ہے مرضیٔ خالق سے ہمکنار
ہے کس کے سر پہ تاجِ فترضیٰ ترے سوا

یہ سیلِ حسنِ نور، یہ طوفانِ رنگ و بو
ہے کون جلوہ گر پسِ پردہ ترے سوا

آپؐ خود سایۂ الٰہی ہیں
کس طرح آپؐ کا ہو پھر سایہ

عقلِ انساں گم، ملک ناواقفِ اوجِ حضورؐ

ہے خدا خود مرتبہ دانِ حبیبِؐ کبریا

ہاتھ خالی، دل غنی، کون و مکاں پر اقتدار
دیکھنا یہ ساز و سامانِ حبیبِؐ کبریا

ہیں دو عالم زیرِ فرمانِ حبیبِؐ کبریا
اے تعالیٰ اللہ! یہ شانِ حبیبِؐ کبریا

لِیْ مَعَ اللہ بزمِ محبوب و محب کی بزم ہے!
دوسرے کا کب گزر اس خاص محفل کے قریب!

تمہاری ذاتِ مجسم دلیلِ ہستی ہے
تمہارا نام حقیقت میں ہے نشانِ حیات

تم نے آ کر سوزنِ رحمت سے کی بخیہ گری
پارہ پارہ ہو چکا تھا ورنہ دامانِ حیات

شانۂ اخلاق سے تم نے سنوارے پیچ و خم
ورنہ تھی الجھی ہوئی زلفِ پریشانِ حیات

صرف ایک مقامِ اَحدیّت کے علاوہ
ہر رتبۂ عالی ہے سزاوارِ محمدؐ

کعبہ کسی کا، عرش بریں ہے کسی کا نام!
ہیں اس قدر کچھ ان کے قدم رہگزر نواز

وہ اصلِ آئینۂ حقیقت، وہ عینِ حسنِ مجاز آئے
سراجِ بزمِ اَلَست بن کر زمیں پہ ہستی نواز آئے

نثار ہے قدِّ دَنیٰ ادا پر فدا ہے انداز پر فَتَرضٰی
خدا اٹھاتا ہے ناز جن کے، وہ نازنیں جانِ ناز آئے

ترے سوا کر سکا نہ کوئی علاج بیمارِ زندگی کا
بڑے بڑے چارہ ساز دیکھے، بڑے بڑے چارہ ساز آئے

پھر ایسے عیسیٰ نفس کا دردِ فراقِ جاں آفریں نہ کیوں ہو
کہ جس کے در پر اجل بھی لے کر پیامِ عمرِ دراز آئے

اخلاق کے شانے سے اے جانِ کرم تو نے
ایک ایک خمِ گیسو ہستی کا سنوارا ہے

تو اصلِ کُن ہے، حاصلِ ہر مدعا بھی ہے
اے مبتدائے خَلق، تو ہی مُنتہا بھی ہے!

سر تا پا تو بشر ہے، بشر سے سوا بھی ہے
یعنی تمام مظہرِ عینِ خدا بھی ہے

فرمایا جو کلام، وہ وحیِ خدا ہوا
کی آپؐ نے جو بات، وہ دل میں اتر گئی

نازک یہ بھنویں ان کی، عارض پہ یہ خال ان کا
معروفِ تلاوت ہے کعبہ میں بلال ان کا

اس شعر میں محبوبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھنوؤں کو کھلے ہوئے قرآن سے، عارضِ مصطفےٰ کو کعبہ سے اور عارضِ اقدس کے خال کو حضرتِ بلالؓ سے تشبیہ دی ہے۔ یہ تشبیہات کا شایانِ شان، نادر، اچھوتا اور ایسا حسین سنگم ہے جسے دیکھ کر اہلِ نظر بے ساختہ پکار اٹھیں گے۔

اس قدر مہرِ رضا، ماہِ ضیا ہیں نور بار
آسمانِ شاعری ہے ان کے اختر کا کلام

نبیٔ اکرم، نورِ مجسم، فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفعت و عظمت اور طہارت و نورانیت کے پیشِ نظر شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ علیہ نے بارگاہِ رسالت میں یوں معذرت پیش کی تھی۔

ہزار بار بشویم دہن زِ مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

امامِ اہلِ سنت، مجددِ مأتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
(المتوفی ۱۳۴۰ھ) نے مدینہ منورہ کی قدر و منزلت کے پیشِ نظر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
(المتوفی ۱۷۹ھ) کی طرح زائرین کو یوں سمجھایا۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے ۔ چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے!

مولانا اختر الحامدی نے بھی بزرگوں کے فیضان سے بارگاہِ رسالت کے ادب و
احترام کی وافر دولت پائی ہے۔ اسی لئے آپ محبوبِ پروردگار (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) کے دیدار کا سوال کرنے والوں کو یوں فہمائش کرتے ہیں۔

ہشیار باش اے نگہِ مصطفیٰؐ پسند
تو اور سوالِ دیدِ "جمالِ خدا پسند"

حضرت مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) اپنے
مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ نے اپنی
ذات کی تجلی سے بنایا اور باقی کائنات کو اپنی صفات کی تجلی سے۔ یہی وجہ ہے کہ
کائنات کے کسی فرد کو بجز مخلوق ہونے کے اور کسی امر میں آپ سے کوئی مماثلت
نہیں۔ آپ خالق و مخلوق کے درمیان برزخِ کبریٰ اور عالمِ امکان سے ماورا ہیں۔ فخرِ
دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی دستِ قدرتِ خداوندی کا شاہکار ہے۔
ہر ذی علم جانتا ہے کہ صنعت کی تعریف حقیقت میں بالواسطہ صانع ہی کی تعریف ہوتی
ہے۔ جناب اختر الحامدی نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے۔

نعتِ حبیبؐ کہئے کہ حمدِ خدا بھی ہے
توصیف مصطفیٰؐ کی، خدا کی ثنا بھی ہے

محبت کا آخری درجہ یہی ہوتا ہے کہ دل میں محبوب کے سوا اور کسی چیز کی
تمنا ہی باقی نہ رہے۔ آگے محبوب کی اپنی مرضی کہ وہ جس طرح چاہے، اپنے محب کو
نوازے۔ مولانا اختر الحامدی کے عشقِ رسولؐ کا اندازہ قارئینِ کرام اس شعر سے لگا

سکتے ہیں۔

کیا مانگے تجھ سے یہ ترا منگتا ترے سوا
دل میں نہیں ہے کوئی تمنا ترے سوا

اس سیدھے سادے اور آسان شعر کا ہر لفظ اپنے اندر ایک وسیع مفہوم
چھپائے ہوئے ہے۔ یہ ناچیز تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہے کہ اگر موصوف کے
سارے نعتیہ کلام کو صرف اسی شعر کی شرح کہہ دیا جائے تو شاید بے جا نہ ہو۔ الفاظ
بالکل آسان ہیں لیکن ہر لفظ یہاں انگشتری کا نگینہ نظر آ رہا ہے یا یوں سمجھئے کہ۔

ستاروں کے جڑے موتی فلک کے شامیانے میں

اہلِ ذوق ذرا شعر کی گہرائی میں جھانک کر عشقِ رسولؐ کی یہ منزل بھی ملاحظہ تو
فرمائیں۔

کعبہ میں ہوں، جبیں پہ سجدہ ہے بے قرار
شاید مرے نبیؐ کا یہیں نقشِ پا بھی ہے!

موصوف نے اپنے استاذِ محترم حضرت لسان الحسان مولانا ضیاء القادری بدایونی
رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۸ھ) کی ایک مشہور نعت پر تضمین لکھی ہے۔ اہلِ علم و
فن حضرات ذرا مقطع کی تضمین کا بانکپن تو ملاحظہ فرمائیں۔

ہوتے ہیں روانہ سوئے عدم جو دید کی حسرت دل میں لئے
ہر گام پہ لَاتَحْزَنْ کے انہیں آتے ہیں نظر اختر جلوے
آنکھوں میں حریم انور تک اٹھ جاتے ہیں دوری کے پردے
مرقد کی اندھیری راتوں میں ہوتے ہیں ضیا روشن چہرے
"روضے کی حسیں قندیلوں کی سینے میں ضیائیں ہوتی ہیں"

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدۂ "نور" کا مقطع یہ ہے۔

اے رضا یہ احمدِ نوریؐ کا فیضِ نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

جناب اختر الحامدی نے اس مشکل ترین اور مشہور و معروف قصیدے کی
کامیابی سے تضمین کی۔ اس کامیابی کا راز موصوف نے مقطع کی تضمین میں یوں
کیا ہے:۔

یہ قصیدہ جو حدِ فکرِ رسا سے دور ہے
جو مضامیں کی بلندی میں بہت مشہور ہے
میں کروں تمیس اختر کب مرا مقدور ہے
بس رضاؒ و احمدِ نوریؒ کا فیضِ نور ہے
ہو گئی تضمین بھی بڑھ کر قصیدہ نُور

چھوٹی بحر میں لکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ فاضلِ بریلوی علیہ الر
اس میدان کے بھی شہسوار تھے اور شاید پوری اردو شاعری میں خواجہ میر دردؔ کے
علاوہ آپ کا کوئی مدِمقابل نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت کی ایک ایسی ہی نعت پر جناب اخ
الحامدی کی تضمین کے آئینے میں موصوف کا کمال ملاحظہ فرمائیے۔

عصیاں کی ہے تیرگی نے گھیرا
تا حدِ نظر ہے گھُپ اندھیرا
آ مہرِ عرب کہ ہو سویرا
"بگڑا جاتا ہے کھیل میرا
آقا آقا سنوار آقا"

دل کی بستی غموں نے لُوٹی
تدبیر کی نبض آہ چھوٹی
تقدیر کہاں پہ لا کے پھوٹی
"منجدھار پہ آ کے ناؤ ٹوٹی
دے ہاتھ کہ ہُوں میں پار آقا"

یہ دشت یہ جھاڑیاں گھنیری

دشوار ہے راہ، شب اندھیری
تا ہوں تجھے دُہائی تیری
ٹی جاتی ہے پیٹھ میری
"للہ یہ بوجھ اتار آقا!"

ز ہو نہ بلائے آسماں کا
کا بھی جلے نہ آشیاں کا
یا نہ ہو بال گلستاں کا
"پھر منہ نہ پڑے کبھی خزاں کا
دے دے ایسی بہار آقا"

حضرت امام احمد رضا خاں کا بریلوی علیہ الرحمہ کے لکھے ہوئے اور شاعری
کے منفرد سلام پر جناب اختر الحامدی نے "بہارِ عقیدت" کے نام سے تضمین لکھ کر
جہاں اپنا قادر الکلام اور استادِ فن ہونا ثابت کر دکھایا ہے، وہاں اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی
کی تحریکِ عشقِ رسولؐ کو جاری رکھنے اور شارحِ کلامِ رضا ہونے کا قابلِ فخر و لائقِ
تحسین و آفریں تمغہ بھی تو حاصل کر لیا ہے۔ اب مذکور سلام کے چند اشعار کی
تضمین کا فنی و ایمانی بانکپن ملاحظہ فرمائیے۔

جس کی عظمت پہ صدقے وقارِ حرم
جس کی زلفوں پہ قرباں بہارِ حرم
ش بزمِ پروردگارِ حرم
"شہر یارِ ارم، تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام"

عقل حیراں ہے، ادراک کو ہے جنوں
کیف ہے سر بسجدہ خرد سرنگوں

کون پہنچا ہے تا حدِ تر درون
"دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں
غنچۂ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام

جس کے زیرِ نگیں ہیں سماک و سمک
جس کے حلقے میں ہیں چاند سورج چمک
جس کا سکہ رواں فرش سے عرش تک
"جس کے گھیرے میں ہیں انبیا و ملک
اس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام

مرشدی شاہ احمد رضا خاں رضاؔ
فیضیاب کمالاتِ حسّانؓ رضاؔ
ساتھ اخترؔ بھی ہو زمزمہ خواں رضاؔ
جبکہ خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ!
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

علامہ اختر الحامدی ------------ مداحِ مدینہ

تحریر: راجا رشید محمود

مدینۂ طیبہ سرزمینِ محبت ہے' مدینۃ النبی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پہنچنے کی خواہش کس مسلمان کو نہیں' وہاں ہمارے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا چودہ سو سے زیادہ برسوں سے قیام فرما ہیں' وہاں ایسی بارگاہ ہے جہاں جُنیدؒ و بایزیدؒ" بلکہ صدیقؓ و فاروقؓ نفس گم کردہ حاضر ہوتے ہیں'۔ اور صدیق و فاروق (رضی اللہ عنہما) تو اب تک نفس گم کردہ حاضر ہیں۔

علامہ سید محمد مرغوب اختر الحامدی الضیائی علیہ الرحمہ نے اپنے آباواجداد سے بھی' اپنے بزرگانِ سلسلہ سے بھی اور اپنے استاذِ گرامی قدر (علامہ یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ) سے بھی یہی تعلیم حاصل کی کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام نسبتوں سے عقیدت وارادت کی لَو لگائے رکھی جائے اور اس خاکِ مقدس کی عظمت کا احساس کرتے ہوئے نعت میں قلم اٹھایا جائے۔ امیر مینائی لکھنوی نے اپنے جذباتِ دل کو زبان بخشتے ہوئے کہا تھا۔

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے' یہ پہنچا' میں رہا جاتا ہوں

اختر الحامدی کہتے ہیں۔

زائر ہیں رواں شام و سحر سُوئے مدینہ
اے کاش' ہو اپنا بھی سفر سُوئے مدینہ

اس نعت کے کچھ اور اشعار دیکھیے:

اٹھ اور نئے انداز سے اٹھ، میں ترے صدقے
لے چل مجھے اے دردِ جگر! سوئے مدینہ
ذراتِ مدینہ کی کشش دیکھ رہا ہوں
جاری ہے ستاروں کا سفر سوئے مدینہ
کب دیکھیے، سرکارؐ سے آتا ہے بلاوا
دن رات ہے اخترؔ کی نظر سوئے مدینہ

تمنائے حاضریٔ طیبہ میں زمزمہ سنج ہونے کا ایک انداز ملاحظہ فرمائیے۔

طیبہ کی سمت لے کے درودوں کے ہار پھول
دلہن بنی ہوئی مری آہِ سحر گئی

اس تمنا کے مختلف رنگ کلامِ اخترؔ الحامدی میں عجب بہار دکھاتے ہیں۔

یا در پہ بلا لیجیے سرکارِ دو عالم!
یا مجھ کو بنا دیجیے تصویرِ تمنا
طیبہ ہی میں رہوارِ تمنا نے لیا دم
گو لاکھ ہوئی یاس عناں گیر تمنا
بس ایک تمنا ہے قرینے کی تمنا
وہ صرف تمنا ہے مدینے کی تمنا
ہم خوب سمجھتے ہیں تمنا تری اخترؔ
مرکر تجھے طیبہ میں ہے جینے کی تمنا

فراق و ہجرِ مدینہ کی کیفیتوں کا زیرِ لب ذکر بھی کرتے ہیں تو شکوہ بلب نہیں ہوتے، نگاہِ لطف کے امیدوار نظر آتے ہیں۔

گو دل کو [illegible] ہجرِ مدینہ میں ہے لیکن
جل بجھتی ہے جب شمع تو اٹھتا ہے دھواں اور

یارب! نہ زخمِ ہجرِ مدینہ ہو مندمل
یہ دل الہ آباد، محمدؐ نگر رہے
مدینہ دور سہی، بے نوا سہی اخترؔ
بس اک نگاہ کا امیدوار آپؐ سے ہے

مدینۂ طیبہ تک رسائی معراجِ ایمان ہے اور روضۂ سبز کا نظارہ معراجِ نظر۔ علامہ اخترؔ الحامدی کہتے ہیں۔

سجدے ہیں میسر جنھیں طیبہ کی زمیں پر
ان عشق کے بندوں کی جبیں کا ہے نشاں اور
روضۂ مہرِ دنا پیشِ نظر ہے اخترؔ
آج کس برج میں تابندہ ہے ناہیدِ نظر

ان کی ایک نعت کے دو مطلعے دیکھیے:

یہ عرشِ بریں ہے کہ مدینے کی زمیں ہے
ساجد ہیں فرشتے بھی، جہاں میری جبیں ہے
جو بھی ہے گدا آپؐ کا، رہ پھر کے یہیں ہے
سرکارؐ کا در مرکزِ پرکارِ یقیں ہے

خاکِ مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی توصیف میں علامہ اخترؔ الحامدی یوں رطب اللساں ہوئے ہیں کہ ان کے الفاظ ستاروں کی طرح جگمگاتے نظر آتے ہیں۔

طیبہ کی خاک سے ہے کسبِ تجلیات
گردوں سے فرش پر اتر آئی ہے چاندنی
شاید ملا ہے غازۂ خاکِ درِ حبیبؐ
کیا تیرا روپ، تیری صفائی ہے چاندنی
یہیں سے مردہ دلوں کو ملا نشانِ حیات
ہے ذرہ ذرہ مدینے کا آستانِ حیات

تیرے ذرات کو حاصل ہے شعورِ جلوہ
ہم بھی ہیں خاکِ عرب طالبِ تجدیدِ نظر

مدینۂ طیبہ اور جنت کا تقابل نعت کا خصوصی موضوع ہے۔ قریباً" ہر نعت گو نے اپنے اپنے انداز میں اس مضمون کو باندھا ہے۔ علامہ اختر الحامدی لکھتے ہیں۔

باغِ جناں، نہ گلشنِ فردوس ناپسند
لیکن مجھے ہے کوئے نبیؐ کی فضا پسند
بہارِ گلشنِ طیبہ بھی ہے آنکھوں میں
ہے رشکِ ہشت بہشتِ بریں کنارِ نظر
کیسے جنت کا مدینے میں سماں ہے کہ نہیں
جو وہاں لطف ہے رضواں، وہ یہاں ہے کہ نہیں
اللہ ری بہشتِ مدینہ، تری بہار
ہر گُل جناں کھلا تھا، جہاں تک نظر گئی
خلد کی سمت چلا، کوئی حرم کی جانب
ان کے دیوانے مدینے کی طرف جاتے ہیں

مولد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ذکر بھی شعراءِ نعت کرتے رہتے ہیں۔ کعبۃ اللہ اور روضۂ رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے حوالے سے علامہ اختر الحامدی کے کچھ اشعار دیکھیے:

رُخ ہے کعبہ کی طرف، ہاتھ مدینے کی طرف
کتنا شاہانہ ہے اندازِ گدایانۂ دل
یادِ کعبہ کے فدا، حسرتِ طیبہ کے نثار
آج تک بھی، مدینہ بھی ہے کاشانۂ دل
وہ مدینہ ہو یا دیارِ حرم
سجدہ ریزی سے رکھیے اختر کام

صبح و شام مدینہ کی تعریف و توصیف میں زمزمہ سنجی کا اسلوب دیکھیے:

ہر صبح ان کے شہر کی شامِ بہشت ہے
ہر رات ہے دیارِ نبیؐ کی سحر نواز

وہ کون مسلمان ہے، "مرقدے را سایۂ دیوارِ بخش" جس کی آرزو نہ ہو، کیونکہ میرے آقا حضور، سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا کہ جو شخص محبت سے مدینۂ طیبہ میں رہے اور یہیں فوت ہو، یہیں دفن ہو، اس کا ضامن میں ہوں۔ علامہ اختر الحامدی مدینۂ کریمہ میں موت کی تمنا میں یوں زبان کھولتے ہیں۔

تو نے لاکھوں کو زندگی بخشی
اے مدینے کی موت! عمر دراز
موت آتی ہے جنھیں مدینے میں
مل گئی ان کو زندگیِ دوام
موت آئے ان سنہری جالیوں کے سامنے
بس یہی لے دے کے اب اختر ہے ارمانِ حیات

علامہ اختر الحامدی کو مدینۂ کریمہ میں حاضری کی سعادت تو نہیں ملی، وہاں کی خاک کو وہ سُرمۂ چشم تو نہیں بنا سکے، وہاں کی فضاؤں سے اکتسابِ نور کی توفیق تو انھیں نہیں ملی، وہاں کی موت سے انھوں نے زندگی تو نہیں پائی، ---------- لیکن مدحتِ سرزمینِ محبت میں وہ ہمیشہ تر زبان رہے، مدینۂ طیبہ کی یاد میں ان کی زندگی کی سانسیں بجاتی رہیں، مرتے دم تک انھیں اس تمنا نے زندگی دی اور جب تک ان کا کلام زندہ ہے، وہ مر نہیں سکتے۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ناز ک یہ بھنویں ان کی، عارض پہ یہ خال ان کا
مصروفِ تلاوت ہے، کعبہ میں بلال ان کا

بے مثل ہیں، یکتا ہیں، ہمسر ہے محال ان کا
اللہ رے حسن ان کا، اللہ رے جمال ان کا

ہے عرش و دَنَا زینہ، ہے قربِ خدا منزل
یہ رفعتِ شاں ان کی، یہ اوجِ کمال ان کا

محرابِ حرم جس کی تعظیم کو جھکتی ہے
اللہ رے ابروئے قوسین مثال ان کا

پھر میری شبِ غم کی تقدیر چمک اٹھی
پھر دل میں ضیا افگن ہے حسنِ خیال ان کا

جو بھیک چلے لے کر تیرے درِ والا سے
خالی ہی نہیں دیکھا پھر دستِ سوال ان کا

وابستۂ دامانِ سرکارؐ جو ہیں اختر
آئینۂ مستقبل ہے ماضی و حال ان کا

("نعت محل" سے)

اے جاں تجھے کس ذکر کا عنواں نہیں دیکھا
کس کو ترا مدّاح و ثناخواں نہیں دیکھا

مائل بہ کرم کب ترا ارماں نہیں دیکھا
کاشانۂ ہستی کبھی ویراں نہیں دیکھا

آقاؐ! ترے دامانِ کرم کون نہیں ہے
کس پر تری رحمت ترا احساں نہیں دیکھا

اس ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے نہ تھاما
جس ہاتھ میں سرکارؐ کا داماں نہیں دیکھا

کس دل میں نہیں آپ کی الفت کی تجلّی
کس ذرے کو خورشید بہ داماں نہیں دیکھا

ٹکڑا نہ ملا کس کو ترے خوانِ کرم سے
وہ کون ہے جس کو ترا مہماں نہیں دیکھا

کی رب نے عطا جس کو تری یاد کی دولت
کونین میں اس کو تہی داماں نہیں دیکھا

کس شب کو تری یاد میں پایا نہ فروزاں
ان آنکھوں نے کب جشنِ چراغاں نہیں دیکھا

اس وقت تک اختر نہ ملی نعت کی منزل
جب تک کرمِ حضرتِ حسّانؓ نہیں دیکھا

(غیـ .

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہے نگاہوں میں بے کیف حسنِ سحر منظرِ شامِ رنگیں گوارا نہیں
ارضِ طیبہ کا جب تک نظارہ نہ ہو، وجہِ تسکیں کوئی بھی نظارہ نہیں

تیری دہلیز پر جس نے سر رکھ دیا، پھر اسے خواہشِ تاجِ دارا نہیں
تیرے در کی گدائی جسے مل گئی، عمر بھر ہاتھ اس نے پسارا نہیں

جو گدازِ محبت سے محروم ہے، جو وِلائے نبیؐ میں شرارہ نہیں
تیرے سینے میں اے منکرِ بے ادب! پھر یہ کیا ہے، اگر سنگ پارہ نہیں

عبدیت ہے تمھاری غلامی کا نام، بندۂ خاصِ رب ہے تمھارا غلام
جو تمھارا ہوا وہ خدا کا ہوا، وہ خدا کا نہیں جو تمھارا نہیں

نبضِ ہستی میں حرکت ترے نام سے، زندگی میں حرارت ترے نام سے
جانِ کونین صدقے ترے نام پر، کس کا یہ نامِ نامی سہارا نہیں

قاسمِ مخزنِ حق تعالیٰ ہے تو، گونا گوں نعمتیں دینے والا ہے تو
کون خوانِ کرم سے نہیں بہرہ ور، تیرے ٹکڑوں پہ کس کا گزارا نہیں

جب اٹھا دامنِ زندگی بھر دیا، بے نیازِ سوال و طلب کر دیا
آپ کا ہاتھ ہے موجِ بحرِ عطا اور بحرِ عطا کا کنارا نہیں
(غیر مطبوعہ)

صلی اللہ علیہ وسلم

فردوس بکفِ شاہِ رسالت ہے تری یاد
آرائشِ بزمِ شبِ فرقت ہے تری یاد

کلفت میں سکوں، درد میں راحت ہے تری یاد
ہر حال میں پیغامِ مسرت ہے تری یاد

ہے سامنے آنکھوں کے اجالا ہی اجالا
اے نورِ خدا! مشعلِ طلعت ہے تری یاد

ہر دکھ میں سرورِ ابدی ذکر ہے تیرا
ہر تلخیِ ہستی میں حلاوت ہے تری یاد

ملتی ہے یہ نعمت اسے، تو جس کو نوازے
اے جانِ کرم خاص عنایت ہے تری یاد

انوار بداماں ہے ہر اک ذرۂ ہستی
سورج ہے مرا دل، تو حرارت ہے تری یاد

کیا اسکی نظر میں ہے دو عالم کا خزانہ
جس کے لیے سرمایۂ دولت ہے تری یاد

زخمِ دلِ مہجور کا مرہم ہے ترا ذکر
اکسیر، برائے تپِ فرقت ہے تری یاد

تنہائی کی رونق ہے، یہ ہے بزم کی زینت
زیبائشِ ہر خلوت و جلوت ہے تری یاد

مومن کی درخشندہ نشانی ہے ترا ذکر
ایمان کی تابندہ علامت ہے تری یاد

دنیا ہو کہ عقبیٰ ہو وہ اے جانِ تمنا!
اختر کے لیے باعثِ رحمت ہے تری یاد

لطف فرما رہی ہے تیری یاد
نعت لکھوا رہی ہے تیری یاد

مجھ کو تڑپا رہی ہے تیری یاد
دل کو بہلا رہی ہے تیری یاد

ذرۂ دل ہے آفتاب بدست
نور برسا رہی ہے تیری یاد

پھر چلا قافلہ مدینے کو
پھر مجھے آ رہی ہے تیری یاد

لبِ ہر شے پہ ذکر ہے تیرا
زیست پر چھا رہی ہے تیری یاد

گوش زد ہر صدائے دل ہے آج
کچھ تو فرما رہی ہے تیری یاد

سلسلہ آنسوؤں کا، کیا کہیے
پھول برسا رہی ہے تیری یاد

شہر دل کا رہا، خدا آباد،
اس میں تُو، یا رہی ہے تیری یاد

تجھ پہ روشن ہے کیا ہے یہ اختر
کس قدر آ رہی ہے تیری یاد

(غیر مطبوعہ)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
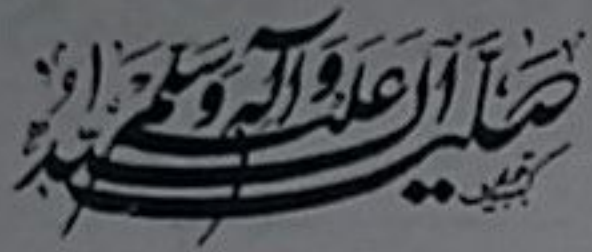
بیقراری کا سبب یاد آیا
شہرِ محبوبِؐ عرب یاد آیا

ضوفشاں ہوگئے پلکوں پہ نجوم
ماہِ طیبہ مجھے جب یاد آیا

دیکھ کر ماہ دو ہفتہ۔ مجھ کو
عارضِ ماہِ عربؐ یاد آیا

میں ترے گیسوئے مشکیں کے نثار
باعثِ رونقِ شب یاد آیا

دیکھ کر کوہِ اُحُد کی چوٹی
مرکزِ جلوۂ رب یاد آیا

دل کی اک ایک کلی کھل اٹھی
مجھ کو جب خلدِ عرب یاد آیا

نہ لیا کام جنوں نے اے ہوش
تجھ کو کوئی بھی نہ ڈھب یاد آیا

تیرے قرباں تری جب یاد آئی
تیرے صدقے کوئی کب یاد آیا

سن کے بلبل کی نوا وقتِ سحر
اخترِ نعت بہ لب یاد آیا

(غیر مطبوعہ)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آئی اجل کو ٹالنے والے تمھی تو ہو
تنکے میں جان ڈالنے والے تمھی تو ہو

لے، ڈوبنے کو تھی جنھیں دل کی شکستگی
آقا انھیں سنبھالنے والے تمھی تو ہو

گردِ ملال سے تھے مکدّر جو آئینے
وہ آئینے اجالنے والے تمھی تو ہو

پُرساں جہاں میں جنکا نہ کوئی، نہ سر پرست
ان بیکسوں کو پالنے والے تمھی تو ہو

آتی ہے جس سے جاں تنِ بے جاں میں دفعتہ
ایسی نگاہ ڈالنے والے تمھی تو ہو

ہر حال میں اٹھی ہے تمہاری طرف نظر
ہر حال میں سنبھالنے والے تمھی تو ہو

آقا مدد! کہ ناؤ مری ڈوبنے کو ہے!
گرداب سے نکالنے والے تمھی تو ہو

ہر حادثے میں تم ہوئے اختر کے دستگیر
ہر حادثے کو ٹالنے والے تمھی تو ہو

(غیر مطبوعہ)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حبیبِ حق کے آنے کی گھڑی ہے
حسیں نغمات گانے کی گھڑی ہے

ہے روزِ عیدِ میلادِ محمدؐ
خوشی کا دن منانے کی گھڑی ہے

وہ نوشاہِ حرمؐ تشریف لائے
عروسِ جاں سجانے کی گھڑی ہے

نظر میں ہے وہ نورانی سراپا
یہ نقدِ جاں لُٹانے کی گھڑی ہے

سلام ان پر فدا، صدقے درودیں
ادب سے سر جھکانے کی گھڑی ہے

سحر کا میکدہ، رحمت کا بادہ
پیو، پینے پلانے کی گھڑی ہے

کُھلا ہے رحمتِ حق کا خزانہ
مقدر آزمانے کی گھڑی ہے

بنی تھی آج ہی بگڑی جہاں کی
یہی بگڑی بنانے کی گھڑی ہے

خدا سے مانگیے صدقہ نبیؐ کا
مرادیں آج پانے کی گھڑی ہے

یہ ہے عشاق کا نو روز اختر
نیا نغمہ سنانے کی گھڑی ہے

(غیر مطبوعہ)

حاصل جو بعدِ مرگ نبیؐ کا دیار ہو
پھر اعتبارِ ہستیٔ بے اعتبار ہو

محبوبِ حق ہو، نائبِ پروردگار ہو
مختارِ کل ہو، خسروِ با اختیار ہو

خالق کی مملکت کے تمہی تاجدار ہو
شاہنشہِ دَنَا فَتَدَلّٰی وقار ہو

دل ہے وہ دل جو انکی ولا میں ہو بیقرار
سر ہے وہ سر جو نام پہ ان کے نثار ہو

تسکینِ مستقل ہے فراقِ حبیبؐ بھی
یارب! نہ عمر بھر مجھے حاصل قرار ہو

اوصافِ کبریائی کی مظہر ہے ہر ادا
پروردگاریت کے تم آئینہ دار ہو

اختر کو جس نے عشقِ نبیؐ کا دیا سبق
حامد رضا پہ رحمتِ پروردگار ہو!

(غیر مطبوعہ)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وجہ ہر ابتدا رسولِؐ کریم
ہر رہنما کی رہنما رسولؐ کریم

رات دن، روز و شب، درود و سلام
آپ پر دائما رسولِؐ کریم

اسم اعظم اب اور کیا ہوگا
ہے وظیفہ مرا "رسولؐ کریم"

ہمہ آئینۂ جلال و جمال
مظہرِ کبریا رسولِؐ کریم

ہر خدا جو، نے آپ سے پائی
راہِ قربِ خدا رسولِؐ کریم

تشنگی دل کی ہوگئی کافور
جب کہا میں نے "یا رسولِؐ کریم!"

تاجِ اَلْفَقْر ہے میرے سر پر
آپ کا ہوں گدا رسولِؐ کریم

آپ کی زلفِ عنبریں کے طفیل
ہے معطر ہوا رسولِؐ کریم

روز و شب طالبِ حضوری ہے
اخترِ بے نوا رسولِؐ کریم!

(غیر مطبوعہ)

نگاہِ مرحمت چشمِ عنایت یا رسولؐ اللہ
پریشاں حال ہیں ہم اہلسنت یا رسولؐ اللہ

ہمارے اہلِ حق، باہم دگر دست و گریباں ہیں
انہیں کب اپنے ہی جھگڑوں سے فرصت یا رسولؐ اللہ

مقابل دشمنانِ دیں کے جو مردانِ میداں تھے
وہ ہیں شیرِ نیستانِ سیاست یا رسولؐ اللہ

سجا تھا جن کے تن پر جامۂ اَلْفَقْر ماضی میں
ہے اب زر کی تگ و دو ان کا خلعت یا رسولؐ اللہ

کسی کو صرف ہے درکار خوشنودی امیروں کی
کسی کو صرف، کرسی کی ضرورت یا رسولؐ اللہ

انھی میں سے نئی فیشن کے کچھ مفتی، معاذ اللہ
مسائل میں بھی کر بیٹھے ہیں جدت یا رسولؐ اللہ

ہمارے رہبرانِ دین و ملت کی یہ حالت ہے
کہیں کس سے ہم اپنے دل کی حالت یا رسولؐ اللہ

تلے ہیں دشمنانِ دیں ادھر تخریب کاری پر
مکدر ہے فضائے دین و سنت یا رسولؐ اللہ

درِ والا پہ اختر استغاثہ لے کے حاضر ہے
حبیبِ حق، شہنشاہِ رسالت یا رسولؐ اللہ

(غیر مطبوعہ)

"نعت محل" کا روشن چراغ

تحریر: پروفیسر محمد اکرم رضا (گوجرانوالہ)

اختر الحامدی چونکہ ایوانِ غزل سے گلستانِ نعت میں وارد ہوئے تھے، اس لئے آپ کو، اپنی نعت نگاری کو فنی طور پر سنوارنے اور گیسوئے تغزل سنوارنے میں خصوصی امداد حاصل ہوئی۔ تغزل وہ پیرایۂ اظہار ہے جس کی بدولت شاعر کے کلام کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور اس کے الفاظ جواہرِ صد رنگ کی صورت میں اپنی معنوی و شعری آب و تاب دکھانے لگتے ہیں۔ اختر الحامدی نے بچپن ہی سے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لوریاں سُنی تھیں۔ اپنے گھر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکرِ مقدس سے والہانہ پن دیکھا تھا۔ اس لئے جب ان کے شعور نے احساس و ادراک کی چھاؤں میں اپنے سفر کا آغاز کیا تو مولائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عقیدت اپنی تمام تر رفعتوں کے ساتھ ان کے پابہ رکاب ہو گئی۔ انہوں نے ایک صاحبِ فکر مسلمان کی حیثیت سے اور پھر محبِ سرورِ کونین کی حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جلوہ باریوں کو اپنے ذہن و فکر کے مطلع پر منعکس ہوتے محسوس کیا۔

یہ حقیقت ہے کہ عشق و عقیدت کا نخل جوں جوں بار آور ہوتا جائے گا، محبتِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی چھاؤں اتنی ہی گھنی ہوتی جائے گی۔ یہ وہی چھاؤں ہے کہ ہر صاحبِ ایمان جس کی پناہ ڈھونڈنا اپنا اعزاز تصوّر کرتا ہے۔ اختر الحامدی نے بھی اپنے دل کی وادیوں میں اسی نخلستانِ عقیدت کی مہک محسوس کی ہے

اور اسی مہک سے دل و دماغ کو معتبر کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے اصحابِ ایمان کے ذوق و شوق کی لذتوں کو دوبالا کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اختر الحامدی کا دل عقیدتِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے گداز سے بخوبی آشنا ہے اور انہیں احساس ہے کہ جب تک یادِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں دل لذتِ سوز سے بہرہ ور نہ ہو جائے، جب تک ادراک و وجدانِ جمال حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ضو باریوں سے مُستنیر نہ ہو جائے۔ جب تک پلکوں پہ آنسوؤں کی کناری نہ سجنے لگے اور جب تک اسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اجالوں سے شعور کے نہاں خانے جگمگا نہ اٹھیں، اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عقیدت محض خامکاریوں کی اسیر رہتی ہے۔ اسی لئے اختر الحامدی حضور رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ذکر کرتے ہیں تو محض الفاظ کے گلزار ہی نہیں کھلاتے، بلکہ صورت و سیرتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تابانیوں سے اس گلزارِ شاعری کو بہارِ دوام بخشنے کے لئے اسے معنوی و باطنی محاسن کے تذکا. کا حسن بھی بخشتے ہیں...... ملاحظہ کیجئے:

یوں ہوئی یادِ رُخِ محبوب مہمانِ حیات
آنسو آنسو بن گیا شمعِ فروزانِ حیات

میری جانب بھی بشانِ لطف اے جانِ حیات
وہ نگاہیں، جو بدل دیتی ہیں عنوانِ حیات

تم نے آ کر سوزنِ رحمت سے کی بخیہ گری
پارہ پارہ ہو چکا تھا ورنہ دامانِ حیات

زندگی کے آپؐ نے سمجھائے اَسرار و رموز
آپؐ سے پہلے کسے حاصل تھا عرفانِ حیات

لیلۃُ القدر سے وَالفَجرؕ عیاں ہے کہ نہیں
عارضِ نور پسِ زلف نہاں ہے کہ نہیں

یہ بھی سوچا کبھی اے شکوہ گرِ زلفِ حبیبؐ
کہ ترا ذوقِ طلب شعلہ بجاں ہے کہ نہیں

تو نے دیکھا ہے جہاں نقشِ کفِ پائے حضورؐ
وہیں جبریلؑ کے سجدوں کا نشاں ہے کہ نہیں

کہاں وہ دلکشی گلزارِ جنت کی بہاروں میں
جو رنگینی، جو نزہت ہے عرب کے خار زاروں میں

نبیؐ کی خاکِ پا کے شوخ ذرے اڑتے پھرتے ہیں
کہاں سے آ گئیں تابانیاں ورنہ ستاروں میں

خدا چاہے تو پائے گی جگہ آغوشِ رحمت میں
عروسِ روح جس دن بھی حریمِ دل سے نکلے گی

نظر سے تا حریمِ قدس ہے اک نور کا عالم!
کہ لیلائے تمنا پردۂ محمل سے نکلے گی

تم پر نثار ہونے کو آئی ہے چاندنی
تاروں کے پھول نذر کو لائی ہے چاندنی

اے نازنینِ حق تری بزمِ جمال سے
سورج نے دھوپ، چاند نے پائی ہے. چاندنی

وہ لب کھلے کہ نور کا چشمہ ابل پڑا
وہ مسکرا دیئے ہیں کہ چھائی ہے چاندنی

اگر چشمِ بصیرت ہو تو ظاہر ہے یہ قرآں سے

بیاضِ کُن کی رب نے ابتدا کی ہے کس عنواں سے
تعالیٰ اللہ اوجِ درس گاہِ سرورِ عالم
فرشتوں کو سبق لیتے ہوئے دیکھا ہے انساں سے

اختر الحامدی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسنِ ظاہری و باطنی کی ملحتوں کو قلب و نظر میں بسائے ہوئے ہیں۔ ان کے محسوسات تجلیاتِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے مُستنیر اور ان کے جذبات جمالِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے ضوبار ہیں۔ انہوں نے قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی روشنی میں حضورِ اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے حسن و جمال کا تصور کیا ہے اور آپؐ کے جلوہ ہائے نظرنواز کا نور اپنے دامانِ عقیدت میں سمیٹا ہے۔ اختر الحامدی کا ایمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے سرشار اور ان کا قلم ذکرِ تجلیاتِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے مہک بار ہے۔ انہوں نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تجلیاتِ حسن کو کسی مجازی محبوب کی تشبیہ ذہن میں سجا کر نہیں دیکھا، بلکہ عقیدت کی شمع جلا کر قرآن و حدیث کے متن سے پھوٹتے ہوئے حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جلوہ افروزیوں کو قرطاس و قلم کی زینت بنایا ہے۔ یہاں عقیدت کی فراوانی ہے مگر احتیاطِ شریعت کے ساتھ، محبت اور چاہت کا وفور ہے مگر آدابِ ایمانی کے ساتھ۔ ملاحظہ کیجئے:

تاروں کو شکل دی ترے دندانِ پاک کی
حق کو ہیں کس قدر یہ دُرِ بے بہا پسند
آئینہ قَدْ نَرٰی ہے رخِ ناز شاہ کا
کعبہ نشانِ حسنِ ادائے خُدا پسند

پھول ہنستے ہیں تمہارے لبِ خنداں کے طفیل
جگمگاتے ہیں ستارے دُرِ دنداں کے طفیل

بقعۂ نور ہے ہر گوشۂ ایوانِ حیات
بدر کے چاند ترے رُوئے درخشاں کے طفیل
صدقے ہو کر تری زلفوں پہ برستی ہے گھٹا
ابر اٹھتا ہے ترے سایۂ داماں کے طفیل

ہے طٰہٰ جبیں اور وَالَّیْل گیسو، حسین چشم مَازَاغ قوسین ابرو
خدا کی قسم مظہرِ حسن ہے تو، جمالِ خدا کی ہیں مظہر ادائیں
کہیں عکسِ عارض ضحیٰ بن کے چمکا ہے منظر کہیں زلف کے پیچ و خم کا
ہر آیت میں جلوہ ہے حسنِ کرم کا، ہیں ضوبار قرآں میں تیری ادائیں

نقش وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی کے آئینے میں ہے
طرزِ زلف و شانۂ مہرِ دَنٰی ماہِ مبیں
ہے نشاں مینائے مَازَاغَ الْبَصَر سے ہے ہنوز
نرگسِ مستانۂ مہرِ دَنٰی ماہِ مبیں

اختر الحامدی جانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ وہ بارگاہِ قدسی ہے، جہاں فرشتے بھی لرزیدہ نفس آتے ہیں۔ جہاں جُنیدؒ و بایزیدؒ جیسے عشاق بھی آنسوؤں کی سوغات سجا کر لرزاں و ترساں آتے ہیں۔ جہاں محض الفاظ ہی باریاب نہیں ہوتے بلکہ اصل پذیرائی جذبات کو حاصل ہوتی ہے۔ جہاں گُنگ جذبے گفتگو کرتے اور ان کی عقیدتیں منظور و مقبول ہوتی ہیں۔ اس بارگاہِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں عقیدت کے گلہائے سدا بہار نذر کرتے ہوئے اختر الحامدی اس طور عرضِ تمنا کرتے ہیں کہ کسی صورت بھی ادب و احترام کے تقاضے مجروح نہ ہوں۔ حسنِ طلب کے نام پر اس طور ماجرائے شوق بیان کرتے ہیں کہ عاجزی و فروتنی کا

دامن بھی چھوٹنے نہ پائے اور لطفِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کا مقدر بھی بن جائے:

لب پہ اشعار ترے وصف میں جب آتے ہیں
تذکرہ عرش پہ قدسی مرا فرماتے ہیں
رات دن سوئے مدینہ ہے نظر اے اختر
یاد کب دیکھئے آقا مجھے فرماتے ہیں

اے کاش حقیقت یہ مرا خواب حسیں ہو
پوری یہ تمنا مری اے سرورِ دیں ہو
دل محوِ زیارت ہو تو سجدے میں جبیں ہو
جب آئے مجھے موت، مدینے کی زمیں ہو
ہوں سایہ فگن قبر پہ اشجارِ مدینہ
قدموں میں بلا لیجئے سرکارِ مدینہ

اختر الحامدی کی نعتیہ شاعری میں جابجا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدارج و محاسن کا ذکر نہایت عقیدت و احترام سے ملتا ہے۔ آپؐ کی ولادت باسعادت سے لے کر وصالِ انور تک آپؐ کو حق کی طرف بخشے گئے مختلف اعزازات اور اکرامات کا جابجا ذکر کر کے انہوں نے اپنے کلام کو دوام بخشنے کا سامان مہیا کیا ہے۔ آپؐ کا خُلقِ عظیم، آپؐ کی رحمتِ بیکراں، آپؐ کی عنایاتِ بیکناز، عزیمت و استقامت، صداقت و امانت، معجزات و کمالات، شبِ معراج کی جلوہ گری، حسنِ گفتار، جمالِ کردار، ان سب کا تذکرہ مختلف مقامات پر ان کی شاعری کی زینت نظر آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ یہی تھا کہ آپؐ نے دلوں کو تسخیر کر لیا اور اپنے بے مثال سیرت و کردار کی چاندنی بکھیر کر ویرانۂ حیات کو جگمگا دیا۔ آپؐ کے مختلف محاسن اور فضائل کے لحاظ سے اختر الحامدی کے کلام سے چند مثالیں حاضر ہیں۔

حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خلقِ عالم نواز کے حوالے سے کہتے ہیں:۔

کانٹے بھی ہیں صحرائے عرب کے متبسم
اعجاز ہے یہ تیری شگفتہ دہنی کا

بستر چٹائی، دوش پہ کمبل، غذا کھجور
اے تاجدار! یہ تری شانِ گدا پسند

ترے سوا کر سکا نہ کوئی علاج بیمارِ زندگی کا
بڑے بڑے چارہ ساز دیکھے، بڑے بڑے چارہ ساز آئے

دوسرے نعت گو شاعروں کی طرح اختر الحامدی نے بھی واقعۂ معراج کو اس کے تاریخی و روحانی پس منظر میں دیکھا ہے اور صنائع بدائع کے موتی لٹاتے ہوئے معراجِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رفعتوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کی طویل نعت "نغمۂ تہنیتِ شادیٔ اسریٰ" کے عنوان سے بہت بلند کاوش ہے۔ اس نعت میں انہوں نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سفرِ معراج کا ذکر کرتے ہوئے آپؐ کے اعزازات اور محاسن کو انداز بدل بدل کر سپاسِ محبت پیش کیا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

سوئے قوسین . چلا نوشۂ بطحا دیکھو
بہرِ تعظیم جھکا عرش معلیٰ دیکھو
رفعت و عظمتِ محبوبؐ کے روشن ہیں چراغ
جگمگاتا ہوا قصر فتدلّٰی دیکھو
نور کے ساز پہ حورانِ جناں گاتی ہیں
نغمۂ تہنیتِ شادیٔ اسریٰ دیکھو

بادۂ زمزمۂ نعت میں ہیں غرق تمام
نغمہ زن وجد میں ہے طائرِ سدرہ دیکھو
آئی دولھا کی سواری وہ بصد جاہ و جلال
وہ اٹھا خاص درِ قرب کا پردہ دیکھو
اُدْنُ یا اَحْمَدُ آتی ہے صدا پردے سے
ادب و ناز سے محبوبؐ کا بڑھنا دیکھو
قصرِ مخصوص تقرّب میں سواری پہنچی
چھپ گیا نور میں وہ نورِ خدا کا دیکھو
ہوش بے ہوش، خرد گم ہے، جنوں عقل کو ہے
پیکِ ادراک ہے بھولا ہوا رستہ دیکھو

اختر الحامدی کی نعتوں میں صنائع بدائع کے جواہرِ صد رنگ اپنی تابشیں دکھا
نظر آتے ہیں۔ چونکہ آپ علومِ شرقیہ پر کامل دسترس رکھتے تھے، اس لئے آپ
جہاں مناسب سمجھا، موزوں تشبیہات و استعارات اور تلمیحات و اصطلاحات
استعمال کر کے اپنے اشعار کو حسنِ دوام بخشنے کی سعی کی ہے۔ اس ضمن میں انہو
نے قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو بھی اپنے اشعار
زینت بنایا ہے اور جابجا سیرتِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے حوالے
برمحل اشارات و تراکیب سے بھی کام لیا ہے۔ نعت لکھتے ہوئے اختر الحامدی کی
الامکان کوشش یہی رہی ہے کہ ان کا محبوب (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس
قدر سربلند اور ارفع و اعلیٰ نظر آئے کہ محبوبانِ مجازی کا حسن اس کی گردِ پا کو بھی نہ
چھو سکے۔ قرآن و احادیث کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ حضو
(صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) عینِ قرآن ہیں، مگر نعت گو شاعر کا اپنے کمالِ فکر سے اس
حقیقت کو منوانا بذات خود لائقِ صد تحسین امر ہے۔ ابدی حقائق اور سچائیوں کو
اشعار کا جامہ عطا کرنا شاعری ہی نہیں مرصع کاری بھی ہے۔ اسی لئے تو آتش نے کہا
تھا کہ:-

بندشِ الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

اب ہم ایک نظر اختر الحامدی کے کلام میں صنائع بدائع کے حسنِ استعمال پر
ڈالتے ہیں۔ جس سے ان کی ندرتِ فکر و فن، رفعتِ تخیل، شوکتِ الفاظ اور جولانیٔ
طبع کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے:-

درِ حضورؐ تَدَلّٰی وقار کیا کہنا
نشانِ عظمتِ پروردگار کیا کہنا
فراقِ شہؐ میں دلِ خلد زار کیا کہنا
ہے داغ داغ چمن درکنار کیا کہنا

کس کی جبین عرش میں یہ آب و تاب ہے
ہے کس کا ثبت نقشِ کفِ پا ترے سوا
کس کی رضا ہے مرضیٔ خالق سے ہمکنار
ہے کس کے سر پہ تاجِ لَتَرْضٰی ترے سوا

قسم کعبہ و بطحا کے مرنے والوں پر
قسم خدا کی اجل کو بھی ہے گمانِ حیات
خود آشنا و خدا آشنا نہ ہم بھی ہوتے
نہ ہوتی ذاتِ گرامی جو درمیانِ حیات

قابَ قوسین تو اک حد مرے ادراک کی ہے
ورنہ اس حد سے بھی آگے ہے کہیں جائے حضورؐ

آپؐ سے پائی ہے معراج نے معراجِ کمال
منزلِ اوج ہے ممنونِ کفِ پائے حضورؐ

نقش وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى کے آئینے میں ہے
طرزِ زلف و شانہ ٔ مہرِ کنٰی ماہِ مبیں
ے فشاں مینائے مَازَاغَ الۡبَصَر سے ہے ہنوز
نرگسِ مستانہ ٔ مہرِ کنٰی ماہِ مبیں

"نعت محل" میں انہوں نے اپنی عقیدت و محبت کے جو فانوس جلائے ہیں ان کی روشنی چھن چھن کر چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وابستگی ان کی نعتوں کی معراج ہے۔ جس کا اندازہ ان کی مختلف اصناف میں طبع آزمائی سے ہوتا ہے۔ ان کی ایک نعتیہ مخمس بعنوان "عیدِ نور" کا حصہ بطورِ خاص حاصلِ مطالعہ نظر آتا ہے:۔

سورج میں ماہتاب میں تاروں کی روشنی
گلزار میں گلوں میں بہاروں کی روشنی
قدرت کے دل نواز اشاروں میں روشنی
پھر آ گئی تمام نظاروں میں روشنی
منظر نظر نواز سماں بے نظیر ہے
روشن چراغِ حسن سراجِ منیر ہے

دورِ سرور و کیف کی جلوہ گری ہوئی
کشتِ امید سوکھ چکی تھی، ہری ہوئی
زندہ ہے پھر ہر ایک تمنا مری ہوئی
ہے آج ہر فقیر کی جھولی بھری ہوئی
جاگے نصیب زور ملا عیدِ نور کا

صدقہ ہے یہ ولادتِ پاکِ حضورؐ کا

"مثنوی انوارُ العرفان" میں شاعر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ مقدسہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حسنِ زبان و بیان کی تمام تر رعنائیوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور تمثیلی انداز میں نقشہ کھینچتے ہوئے صدیوں پیشتر کے تاریخ ساز نظاروں کو اشعار کا جامہ عطا کیا ہے۔ اس مثنوی میں اپنے بیان کو آگے بڑھانے کے لئے اخترالحامدی "شاعر" کے عنوان سے تاریخ کا دھارا روک کر اپنے محسوسات کا اظہار کرنے لگ جاتے ہیں۔ یوں نظر آتا ہے کہ تمام منظر ان کی نگاہوں کے سامنے ہیں اور وہ ایمان آفریں نظاروں کی وضاحت کے لئے اپنے پُرخلوص تاثرات قارئین تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ "مثنوی انوارُ العرفان" کی ایک اور نمایاں خصوصیت سراپائے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ شاعر نے معتبر روایات اور احادیث کی روشنی میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا سراپا قلمبند کیا ہے۔ مثنوی کے سیاق و سباق سے ہٹ کر بھی یہ سراپا اپنی جگہ مکمل اور قابلِ مطالعہ ہے۔ اس سراپا کو بیان کرتے ہوئے اخترالحامدی عشق و عقیدت کے ساتھ ساتھ شعری نزاکتوں اور فنی رفعتوں کو بھی چھوتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے ضمن میں چند آخری اشعار پیش خدمت ہیں:۔

تارے ہیں جھکے زمیں کی جانب
دیدار کا ماہتاب طالب
اشجار بھی سرو قد کھڑے ہیں
خاموش، ادب سے سر جھکے ہیں
نرگس کی کھلی ہوئی ہیں آنکھیں
شبنم سے دھلی ہوئی ہیں آنکھیں
انگڑائیاں رات لے رہی ہے
کچھ شب ہے تو کچھ سحر ابھی ہے

دنیا پہ ہے اک سکوت طاری
مائل ہُوا لطفِ خاصِ باری
ہے اوج پر کوکبِ دوشنبہ
آئی سحرِ شبِ دوشنبہ
کونین کی بزم سج چکی ہے
جلوے کو نظر ترس رہی ہے
یا سید المرسلین اظہر!
یا رحمتِ عالمین اظہر!
پردے سے حضورؐ باہر آئیں
بے تاب ہیں منتظر نگاہیں
با جاہ و حشم، باشان و شوکت
ظاہر ہوئے سرورِ رسالت

نعت کہتے ہوئے اختر الحامدی کو ناز ہے کہ وہ اس محبوبِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی صفت و ثنا کر رہے ہیں، جس کی ثنا خوانی اس کا خدا اور ملائکہ بھی کر رہے ہیں۔ اور خدا کی طرف سے صلوا علیہ و سلموا کہہ کر بزمِ ہستی کے ہر صاحبِ ایمان کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدحت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اختر الحامدی نعت لکھتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ اس طریق سے وہ خدا اور ملائک کی سنت کی ادائیگی کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے لئے یہ احساس طمانینتِ قلب کا باعث ہے کہ نعتِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یقیناً خوشنودیٔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا باعث بنے گی اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی خوشنودی کے طفیل رحمتِ ایزدی ان پر سایہ فگن ہو گی۔ اسی احساس سے سرشار ہو کر کہتے ہیں:

یہ مانا جان اک دن قیدِ آب و گِل سے نکلے گی
وِلائے مصطفیٰ لیکن نہ میرے دل سے نکلے گی

خدا چاہے تو پائے گی جگہ آغوشِ رحمت میں
عروسِ روح جس دن پھر حریمِ دل سے نکلے گی

اختر ہے شغلِ نعت عبادت مرے لئے
میرے کتابِ فکر کے عنواں ہیں مصطفیٰؐ

اختر الحامدی کی ایک اور صفت خاص تضمین نگاری ہے۔ انہوں نے اساتذہ مشاہیر نعت گو شعرا کی مشہورِ زمانہ نعتوں پر تضمینیں بھی لکھی ہیں۔ یہ تضمینیں رفعتِ کر و فن کی بدولت اس قدر مکمل اور جامع ہیں کہ اصل نعت اور ان کی تضمین میں رق کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ احمد رضا خان بریلوی کے مشہورِ زمانہ سلام:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ان کی کہی ہوئی تضمین اس قدر مقبول اور مشہور ہوئی کہ اب تک اس تضمین کے ک و بھارت میں بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

غرضیکہ اختر الحامدی نے عشق و عقیدتِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے زمزے عام کرنے کے لئے جو نعت محل تعمیر کیا ہے، وہ اپنے ظاہری حسن اور معنوی افت کے لحاظ سے اہلِ ایمان کو ذوق نظارا عطا کرتا رہے گا۔ اس نعت محل میں ذور و شوق کے چراغ جل رہے ہیں۔ محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فانوس یا پاشی کر رہے ہیں۔ تشبیہات و تراکیب کی شمعیں جگمگا رہی ہیں۔ تمناؤں اور آرزوؤں کی شعلیں روشن ہیں۔ وارفتگی و بے خودی کے دیپ جھلملا رہے ہیں۔ اس طلعِ پُرنور پر رحمتِ بے کراں کی چاندنی کے چھٹکنے کا گمان ہوتا ہے۔ یہ نعت محل سیدنا حسانؓ بن ثابت کے حسنِ عقیدت اور ذوقِ نعت کی صدیوں کی وسعتوں پر محیط کہکشاں سے آباد و ضو بار ہے۔

سوادِ شب میں ملے، مطلعِ سحر میں ملے
تم اے جمالِ خدا شمس میں قمر میں ملے

گدا نوازیِ محبوب اور کیا ہو گی
وہ دیکھنے سے بھی پہلے مجھے نظر میں ملے

تھی قدسیوں کی جبیں کی چمک دمک جن میں
نشان ایسے بھی طیبہ کی رہگزر میں ملے

تلاشِ منزلِ اوجِ نبی بھی کیا شے ہے
شریکِ آدم و عیسیٰ بھی اس سفر میں ملے

وہ خارِ دشتِ حرم لے اڑے ہوا جس کو
الٰہی کاش وہ میرے دل و جگر میں ملے

"نعت محل"

نعت نگار۔ علامہ اختر الحامدی علیہ الرحمہ

تحریر: اظہر محمود

قرآنِ مجید میں نعت کا لفظ کہیں استعمال نہیں ہوا۔ اس مادے کا کوئی اور لفظ بھی نہیں ہے۔ سُننِ ابنِ ماجہ، جامع ترمذی، شمائلِ ترمذی، مُسندِ امام احمد بن حنبل، سُننِ دارمی، سُننِ ابوداؤد اور صحیح مسلم میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اور ۱۵ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ غالباً سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف وکمالات اور حال حلیہ کے لیے نعت کا لفظ سب سے پہلے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہٗ نے استعمال فرمایا اور شمائلِ ترمذی میں نقل ہے۔ اب یہ لفظ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف وتوصیف کے معنوں کے لیے مختص ہو چکا ہے۔

پروفیسر غلام رسول عدیم ایک مجموعۂ نعت کے مقدمے میں لکھتے ہیں۔ "اسلام کے ابتدائی قرنوں میں نعت کے قامتِ زیبا پر وہ معنیٰ نہیں پہنائے گئے تھے، جو بعد کی صدیوں میں اس کا طرۂ امتیاز بن گئے۔ ادوارِ مابعد میں اسے صرف اور صرف مدیحِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے مخصوص کر لیا گیا۔ یوں مدیحِ جم و کے، حمدِ باری تعالیٰ اور نعتِ سرور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں واضح خط کھنچ گیا"۔

"نعت کائنات" میں ایڈیٹر نعت لکھتے ہیں کہ تبعِ اوّل حمیری حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلے نعت گو ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آبا واجداد میں سے پہلے نعت گو حضرت کعب بن لوئی ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ولادتِ باسعادت کے بعد سب سے پہلے نعتیہ اشعار حضرت عبدالمطلبؓ کے ملتے ہیں۔ خواتین

میں سب سے پہلے سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا نے نعت کہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدینۂ طیبہ میں تشریف آوری کے وقت سب سے پہلے وہ نعتیہ اشعار سامنے آئے جو بنی نجّار کی بچیوں نے استقبالیہ گیت کے طور پر گائے۔ غیر مسلموں میں اعشیٰ میمون بن قیس پہلا نعت گو ہیں۔ سب سے پہلے نعتیہ قصیدہ گو ورقہ بن نوفل ہیں اور حضرت ابوطالبؓ پہلے شاعر ہیں جنھوں نے سب سے زیادہ نعتیہ قصائد لکھے۔

اردو کے پہلے نعت نگار حضرت خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آج کل ڈاکٹر جمیل جالبی کے حوالے سے اولیت کا یہ سہرا ان کے سر سے چھیننے کی جو کاوش ہو رہی ہے، اس پر تفصیلی بحث "نعت کائنات" میں موجود ہے۔

اردو میں نعت کہنے والوں کو کئی طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ان میں ایسے بھی رہے ہیں جو رسمی طور پر ہر منظوم کتاب کے آغاز میں چند اشعار حمدیہ اور چند نعتیہ لکھتے رہے۔ وہ بھی ہیں جنھوں نے نعت کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا، صرف نعت کہی۔ جن حضرات کو علمِ دین سے آگاہی ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام اور مرتبے کا احساس ہے، ذاتِ الوہیت اور ذاتِ رسالت کے فرق اور تعلق سے واقفیت ہے، وہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وثنا میں تر زبانی کے دوران میں مؤدب دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں سے جو حمد اور نعت کے فرق کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں اور نعت کہنے میں شعری محاسن کے لیے ریاض کرتے ہیں، پوری توجہ اور احتیاط سے نعت کہتے ہیں، وہ حقیقی نعت کہتے ہیں۔ ان کی نعت مقصدی بھی ہوتی ہے اور معیاری بھی۔

اور سیّد محمد مرغوب اختر الحامدی ایسے ہی نعت گو تھے۔ انھوں نے نعت کو عبادت سمجھ کر اختیار کیا اور عمر بھر عبادت گزار رہے۔

اختر ہے شغلِ نعت عبادت مرے لیے
میری کتابِ فکر کا عنواں ہیں مصطفیٰ

آراستۂ نعت ہے قرطاسِ عقیدت
اللہ غنی! شوخیِ تحریرِ تمنا

اختر الحامدی الضیائی علیہ الرحمہ کا ایمان ہے کہ انھیں مدحِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہی کے لیے زبان عطا ہوئی ہے اور انھیں اس عنایت پر شکر گزاری کے طور پر بھی نعت سرائی میں مشغول رہنا ہے۔

نعت ہی کے لیے پائی ہے زباں اختر نے
آپؐ کے گیت شب و روز نہ کیوں گائے حضورؐ

وہ نعت کہتے ہیں تو کہیں کہیں نعت میں اپنی دلچسپی اور محبت و عقیدت کے بل پر فخر کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

یہ زمیں اور یہ اشعارِ شگفتہ اختر
مائلِ نعت رہی طبعِ رواں ہے کہ نہیں

حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ تو قلندر تھے، قلندرانہ شان سے صلۂ نعت مانگتے ہیں۔

خیالِ راہِ عدم سے اقبال ترے در پر ہوا ہے حاضر
بغل میں زادِ عمل نہیں ہے، صلہ مری نعت کا عطا کر

علامہ اختر الحامدی کہتے ہیں کہ میں جو نعت نگاری میں ہمہ وقت مشغول ہوں، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مجھے اس کا صلہ ملتا ہے اور ایک صلہ یہ ہے کہ عرش پر میرا تذکرہ ہوتا ہے۔

میں نعتِ نبیؐ روز نئی کہتا ہوں اختر
ملتا ہے صلہ مجھ کو مری نغمہ زنی کا

لب پہ اشعار ترے وصف میں جب آتے ہیں
تذکرہ عرش پہ قدسی مرا فرماتے ہیں

اختر الحامدی کو اپنے کلام میں شاعرِ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کا فیض نظر

آتا ہے تو وہ اسے بھی صلۂ نعت کہتے ہیں۔

مدحت شہِ دیں کا یہ صلہ ہے اے اختر
فیضِ کعبؓ و حسانؓ کا نعت میں اثر پایا

آج کل تو لوگ نعت گو شعرا یا نعت خواں حضرات کو (اللہ معاف کرے) حسّانِ وقت یا حسّانِ ملک لکھنے لگے ہیں۔ ایڈیٹر نعت اپنی تالیف "نعت کائنات" کے طویل مقدمے میں لکھتے ہیں۔ "مولانا ابو الحسن علی ندوی نے "عربی میں نعتیہ کلام" کے پیش لفظ میں مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کے نام کے ساتھ "حسّان الہند" کے الفاظ لکھے ہیں۔ سید ضیاء الدین وحشیری نے خاقانی شروانی کو "حسان العجم" لکھا ہے۔ ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی اور پروفیسر ضیا احمد بدایونی نے بھی خاقانی کو "حسان العجم" کہا ہے، خود خاقانی اپنے لیے یہی لکھتا ہے۔ فضل جالندھری کی کتاب "معجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" میں شاعر کے نام کے ساتھ "حسّان الہند" لکھا ہے۔ چودھری دِلّو رام کوثری کی کتابوں مثلاً" جامِ کوثر، بزمِ کوثری، بشارتِ انجیل وغیرہ پر بھی ان کے نام کے ساتھ "حسّان الہند" لکھا جاتا رہا۔ غریب سہارنپوری کے نام کے ساتھ بھی "حسّان الہند" کے الفاظ لکھے گئے۔

آج کل کے کچھ نعت خوان مثلاً" محمد اعظم چشتی (مرحوم) اور محمد علی ظہوری اپنے نام کے ساتھ بالالتزام "حسّانِ پاکستان" لکھواتے ہیں کسی کو پاکستان کا، ہندوستان کا یا عجم کا حسان کہنا، شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسّان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی توہین ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے حضرت حسّانؓ کے ساتھ اپنی جس نسبت کی خواہش کی ہے، اور یہ خواہش نعتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے توسّل و توسّط سے کی ہے، وہ سب لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

کرمِ نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسّانؓ عرب

یا زیادہ سے زیادہ یہ بات گوارا ہو سکتی ہے کہ لوگ مولانا ضیاء القادری

بدایونی کو "لسان الحسّان" کہتے اور لکھتے تھے۔

اپنے نام کے ساتھ "حسّانِ ......" لکھوانے والے جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ اپنی نعت گوئی یا نعت خوانی کے بل پر حضرت حسّان رضی اللہ عنہ سے نسبت ظاہر کرنے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی صفت کی وجہ سے ایسی ہی صفت کے حامل کسی صحابیؓ سے نسبت کا یہ پیوند نہ جائز ہے، نہ کبھی کسی نے ایسا کیا ہے۔ اگر یہ جائز ہوتا تو بھولو پہلوان "کو علیِ پاکستان" کہا جاتا، بلیوں سے محبت کرنے والا "ابوہریرۂ عصر" یا زمین پر سونے والا "ابو ترابِ فیصل آباد" کہلاتا۔

جناب اختر الحامدی، علامہ ضیاء القادری بدایونی سے فیض یافتہ ہیں، اس لیے حضرت حسّان رضی اللہ عنہ سے اپنی اس نسبت کا ذکر کرتے ہیں:۔

شاعرِ بزمِ رسالت ہے خطابِ اختر
یہ اسے اوج ملا حضرتِ حسانؓ کے طفیل
کل روزِ حشر مدحِ نبیؐ کے طفیل میں
اختر سے ہو گی حضرتِ حسّانؓ کی گفتگو
دامن ترے ہاتھوں میں ہے حضرت حسانؓ کا
کس اوج پہ اے اختر قسمت کا ستارہ ہے

سید اختر الحامدی مولانا حامد رضا خاں بریلوی کے مرید اور مولانا ضیاء القادری بدایونی کے شاگرد اور جانشین تھے۔ انھوں نے مختلف اشعار میں اس پر افتخار کا اظہار کیا ہے۔

اختر یہ فقط فیضِ رضاؒ، لطفِ ضیا ہے
ہر شعر میں ہے رنگِ چمن زارِ محمدؐ
کیوں نہ اختر دو جہاں میں میرا بیڑا پار ہو
میں سگِ حامد رضا خاں، ہوں غلامِ مصطفیٰؐ
فیضانِ ضیا سے اختر کا دل طورِ جمالِ نعت رہے

تا درِ تجلی پاش رہیں انوارِ ضیا سلطانِ رسلؐ
میں ہُوا اختر ضیاؔء القادری کا جانشیں
میرا شغلِ نعت گوئی میرے کام آ ہی گیا

والدِ گرامی راجا رشید محمُود (ایڈیٹر نعت) کا پہلا تعارف حضرت علامہ اختر الحامدی سے "ترجمانِ اہلِ سنت" (ماہنامہ) کراچی کے حوالے سے ہوا۔ پھر خط کتابت بند رہی۔ پھر ۱۹۷۵ء، ۱۹۷۶ء میں علامہ یعقوب حسین ضیاؔء القادریؒ کی نعت گوئی پر انھوں نے ایک مضمون لکھا۔ مضمون پر ماؔہر القادری نے اپنے مخصوص انداز میں تنقید کی۔ اباجی نے جواب لکھا، ماؔہر صاحب نے خط لکھا، انھوں نے اس خط کا جواب بھی رسالے میں چھپوا دیا۔ علامہ اختر الحامدی، علامہ ضیاؔء القادری بدایونی کے شاگرد اور جانشین تھے۔ انھوں نے حوصلہ افزائی کا خط لکھا اور یہ خط ان کے اور اباجی کے تعلقات کی تمہید بن گیا۔ علامہ اختر الحامدی نے ان کے پہلے مجموعۂ نعت "وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ" پر تفصیلی مقالہ لکھا جو کئی پرچوں میں شائع ہوا۔ بعد میں اباجی نے علامہ اختر الحامدی کے علم و فضل سے استفادہ کیا۔ انھیں پنجاب کے دورے کی دعوت دی۔ انھوں نے دعوت قبول کی تو راجا صاحب خود انھیں حیدر آباد سے لاہور لائے۔ یہاں ان کے اعزاز میں کئی تقریبوں کا اہتمام کیا۔ علامہ اختر الحامدی پہلی اور آخری بار پنجاب آئے تھے۔ کلامِ رضاؔ کی مفصل شرح لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن خدا تعالیٰ کو منظور نہ تھا۔ جلد بعد اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ / یکم مارچ ۱۹۸۰ء کو علامہ سید اختر الحامدی نے ایڈیٹر نعت کو "سندِ جانشینی" عطا فرمائی جس کا مضمون یہ ہے:۔

سندِ جانشینی

ربِ تعالیٰ کی نعمتوں کی تحدیث و اشاعت بحکمِ الٰہی فرائضِ اسلامی میں داخل

ہے۔ خدائے پاک نے انسان کو نُطق و گویائی کی قوت دے کر اس کے مدارج کو دوسری مخلوق سے ممتاز و بلند فرمایا۔ پھر قوتِ گویائی میں حلاوت، بلاغت، لطافت، فصاحت، نزاکت، خطابت کی رنگ آمیزیوں سے چار چاند لگائے۔

انسان کو عالم، فاضل، واعظ، مقرر، خطیب، ادیب، ناظم، شاعر، خوش بیاں، شیریں زباں، شعلہ دہاں، خوش الحان بنایا۔ اگرچہ یہ تمام اوصاف اپنے اپنے مقامات پر کمالاتِ انسانی کے آئینہ دار ہیں لیکن شعر و ادب نے ہر زمانے، ہر عہد میں جو مقبولیتِ عامہ حاصل کی اس کا ذکر تحصیلِ حاصل ہے۔

ذوقِ شعر و ادب فطری بھی ہے اور کسبی بھی۔

بعض وہ طبائع جن کی فطرت میں قدرت نے سخن گوئی اور سخن فہمی کی نعمت ودیعت فرمائی اس قابل ہیں کہ ان کی خدا داد قابلیتوں و صلاحیتوں کو دنیائے سُخن میں اجاگر و نمایاں کیا جائے۔

یہ فقیر اپنے محترم عزیز راجا رشید محمودؔ صاحب کی شاعرانہ صلاحیتوں کا مدتِ دراز سے جائزہ لے رہا ہے۔ وہ اگرچہ ایک فطری شاعر ہیں تاہم ان کی مسلسل مشق نے ان کو اساتذہ کی صف میں ایک خاص مقام تک پہونچا دیا ہے۔ وہ عرصۂ دراز سے نعت لکھ رہے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ ان کا معیارِ نعت قواعد شعر و ادب اور پاسِ شریعت میں بہت بلند ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اعزّا کرم راجا رشید محمودؔ کو ماہرانہ استعداد اور جانشینی کی سند دے کر اس فرض کو ادا کروں جو بطورِ ورثہ مجھے حضرت لسان الحسّان علامہ ضیاؔء القادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کو حضرت امیرؔ بدایونی تلمیذِ حضرت غالبؔ دھلوی مرحومین سے پہونچا ہے۔ میں موصوف کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ اپنے حلقۂ احباب اور اپنے تلامذہ کے کلام کی طرف خود توجہ فرمائیں اور انھیں نعت و مناقب کی جانب راغب کریں۔

اللہ تعالیٰ ان کو مداحِ مقبولانِ بارگاہِ رسالت کی ثنا خوانی کا سچا جذبہ و ذوق عطا فرمائے۔ آمین!۔

مجھے امید ہے کہ وہ اس گناہگار عصیاں شعار کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

دعاگو

اختر الحامدی

حیدر آباد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یوں حضورِ حق میں پہنچے ہم غلامانِ حبیبؐ
نعت کے نغمات لب پر، سر پہ دامانِ حبیبؐ

محفلِ روزِ ازل یک جلوۂ شانِ حبیبؐ
حاصلِ بزمِ ابد اظہارِ احسانِ حبیبؐ

ہائے جنت کی بہاروں میں کہاں یہ دلکشی
ہم سے رضواں پوچھے سیرِ بیابانِ حبیبؐ

ہر تجلی ہے تری تفسیرِ قرآنِ مبیں
اے کتابِ دیں، بیاضِ روئے تابانِ حبیبؐ

روز و شب مصروفِ معاصی، آہ ہم عصیاں شعار
اور یہ ہم پر رات دن لطفِ فراوانِ حبیبؐ

سامنے جب تک نہ ہو تو، بندگی بے کیف ہے
اے مدینہ قبلۂ جانِ غلامانِ حبیبؐ

کھائی ہے قرآں نے اے صلِ علیٰ تیری قسم
دو جہاں کی جان قرباں تجھ پہ اے جانِ حبیبؐ

جاگ اٹھتا ہے شعورِ لذتِ سوزِ بلالؓ
روح ہو جاتی ہے جب مخمورِ عرفانِ حبیبؐ

ان کے دروازے کو اختر چھوڑ کر جائے کہاں
ہے سگِ پروردۂ یک پارۂ نانِ حبیبؐ

(ماہنامہ "ترجمانِ اہلسنت"۔ کراچی۔ مارچ ۱۹۷۶ء۔ ص ۸۰)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عشقِ نبیؐ میں فطرتِ سیماب ہو گیا
تھا جس کا نام قلب، تب و تاب ہو گیا

یادِ جنابِ سرورِ عالمؐ میں آنکھ سے
ٹپکا جو اشکِ غم، دُرِ نایاب ہو گیا

تھا وقتِ سجدہ صاحبِ قوسین کا خیال
ماتھے کا نقش کعبے کی محراب ہو گیا

سن کر اذاں میں نام رسولِؐ کریم کا
کچھ اور مضطرب دلِ بیتاب ہو گیا

خورشیدِ ہاشمی کی کرن جس پہ پڑ گئی
وہ ذرہ آفتابِ جہاں تاب ہو گیا

آتے ہی نامِ پاک زباں پر حضورؐ کا
سر اپنے آپ خم بہ صد آداب ہو گیا

رہبر کی احتیاج نہیں تا ابد اسے
جو صدقِ دل سے پیروِ اصحاب ہو گیا

اے مہرِ حق نظر! کہ غبارِ گناہ سے
آئینہ میرے قلب کا بے آب ہو گیا

میں نے کہا جو شعر بھی وصفِ حبیبؐ میں
اخترؔ وظیفۂ لبِ احباب ہو گیا

(ماہنامہ "نور الحبیب"۔ دسمبر ۱۹۷۸ء۔ ص ۲)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ خواب گاہِ جنابِ رسولِ اکرم ہے
زمینِ روضۂ پُر نور عرشِ اعظم ہے

یہ چند ساعتیں طیبہ میں ہوں تمام حضورؐ
ابھی تو نبض میں دھڑکن ہے، سینہ میں دم ہے

ہے سب کے وردِ زباں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
ترے نثار ترے عشق میں یہ عالم ہے

اک اور جام مدینہ کے میکدہ سے حضورؐ
نظر میں کیف ہے، لیکن ابھی ذرا کم ہے

سوائے ذاتِ حضورِ محمدِ عربیؐ
بتاؤ تو کوئی انساں خدا کا محرم ہے

جوابِ جملہ رُسُلِ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ
اَنَا لَهَا بہ لبِ سرورِ دو عالمؐ ہے

ہے وَالْقَمَر کہیں، طٰہٰ کہیں سراجِ منیر
خدا کا نور بشکلِ بشر مجسم ہے

یہ دردِ دل کی دوا ہے، یہ ہر مرض کا علاج
نبیؐ کا نام حقیقت میں اسمِ اعظم ہے

تمام عرصۂ محشر میں عاصیوں کے لیے
پناہ گاہ فقط مصطفیٰ کا پرچم ہے

حضورؐ مجھ کو نوازیں گے حشر میں اخترؔ
غلامِ حضرتِ حامدؔ رضا ہوں، کیا غم ہے

(ماہنامہ آستانہ دہلی۔ نومبر ۵۳ء۔ ص ۳۱)

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

رکھتے ہیں آپ سب کی خبر شاہِ دوسرا
مجھ پر بھی ہو کرم کی نظر! شاہِ دوسرا

در آپ کا ہو اور یہ سر شاہِ دوسرا
یہ آرزو ہے شام و سحر شاہِ دوسرا

ہو یہ گدا بھی حاضرِ درِ شاہِ دوسرا
پھر عمر ہو وہیں پہ بسر شاہِ دوسرا

میں ہوں امیرِ وقت، تری یاد کے طفیل
گو میرے پاس مال نہ زر — شاہِ دوسرا

جبریلؑ بھی ادب سے جہاں سر کے بل چلے
وہ آپ کی ہے راہ گزر شاہِ دوسرا

جو آپ کے وسیلے سے مانگا، وہی ملا
محتاج ہے دعا کا اثر شاہِ دوسرا

سرمایۂ حیات، حضوری کی آرزو
روضہ ترا متاعِ نظر شاہِ دوسرا

وہ آج بھی ہیں آپ کے ظلِّ پناہ میں
جن کا نہ کوئی در ہے نہ گھر، شاہِ دوسرا

گو میں گناہ گار ہوں، عصیاں شعار ہوں
ہیں آپ تو رحیم مگر شاہِ دوسرا

سونا ہے شہرِ زیست، مگر آپ کے طفیل
اجڑا کبھی نہ دل کا نگر شاہِ دوسرا

آخر ہے کب سے در پہ حضوری کا منتظر
کب سے ہے اشتیاقِ سفر شاہِ دوسرا

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اوج کتنا کلاہِ رسولِ کریم ہے
کیا تاجِ عزّ و جاہ رسولِ کریم ہے

کہتے ہیں جس کو رحمتِ حق، لطفِ کردگار
یک جنبشِ نگاہِ رسولِ کریم ہے

دو ٹکڑے چاند ہو گیا، سورج پلٹ پڑا
تا چرخ دستگاہِ رسولِ کریم ہے

خُلقِ عظیم جس کو کہا کردگار نے
وہ پاک رسم و راہِ رسولِ کریم ہے

گر ہے تلاشِ منزلِ قربِ خدا تجھے
اے راہرو! وہ راہِ رسولِ کریم ہے

اے طائرِ خیالِ مدینہ! ادب ادب!
ہاں ہاں! یہ بارگاہِ رسولِ کریم ہے

آخر ہمارے حال سے کب بے خبر ہیں وہ
اک اک پہ جب نگاہِ رسولِ کریم ہے

(نعتِ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ مرتبہ راجا رشید محمود)
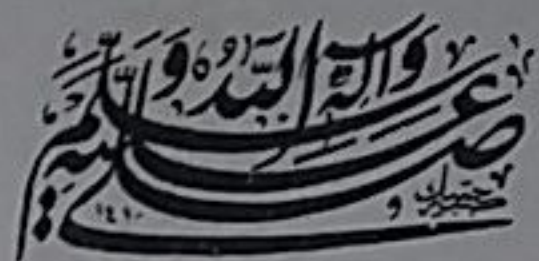
مرے حضورؐ پہ لاکھوں سلام اور درود
وہ جن کی ذات نے ہنگامۂ ظہور و نمود
سراپا آئینۂ حسنِ ذاتِ ربِ ودود
وہ عبدِ خاص، جو ہے عینِ مظہرِ معبود
وہ جو ہیں رحمتِ کونین ہر زمانے میں
سراپا لطف و کرم تا ابد ہے جن کا وجود
وہ، جن کے خُلق و مروت کے معترف ہیں تمام
مؤرخینِ نصاریٰ و بت پرست و یہود
جلا کے مشعلِ علم و عمل زمانے میں
وہ جس نے توڑ دیا جہل کا طلسم جمود
وہ، جن کے قبضۂ قدرت میں ہے سیاہ و سفید
وہ، جن کو حق نے عطا کی کلیدِ بست و کشود
وہ، جن کے زیرِ قدم لامکاں کی منزل ہے
وہ، جن کے نقشِ کفِ پا پہ عرش سر بہ سجود
ہے جن کی چشم کی آغوش میں عروسِ ازل
نظر ہے جن کی محیطِ حریمِ غیب و شہود
جو ہیں بشیر و مبشرؐ بشارت و بشریٰ
جو ہیں مشاہد و اشہد، جو شاہد و مشہود
جو ہیں، مدیح و حمید و محامد و ممدوح

جو ہیں، محمدؐ و حماد و احمدؐ و محمود
جو ہیں، خزینۂ لولاک کے دُرِ یکتا
جو، بحرِ کُن فیکون کا ہیں گوہرِ مقصود
یہ وہ بشرؐ کہ نہیں قدسیوں میں جس کا جواب
یہ وہ نبی ہیں، کہ نبیوں میں مثل ہے مفقود
یہ وہ بشرؐ کہ ملا جس کو رتبۂ معراج
یہ وہ نبیؐ، کہ نبوت ہے جس کی لامحدود
یہ وہ حبیب کہ جس کی ہر اک ادا محبوب
یہ وہ حسین، کہ جس کی ہر ایک چھب مسعود
یہ وہ جمال، کہ ظاہر ہر ایک پردے سے
یہ وہ جمیل، کہ چھُپ کر بھی ہر جگہ موجود
یہ ہیں، وہ پیکرِ کثرت، کہ جس میں وحدت ہے
یہ ہیں وہ ساجدِ واحد کہ مظہرِ مسجود
مرے حضورؐ کا ثانی نہیں کوئی اخترؔ
مرے حضورؐ پہ لاکھوں سلام اور درود

(انوار الفرید۔ دسمبر ۱۹۹۱ء۔ ص ۴)

بہ یادِ سرورِ عالی وقار گزری ہے
گزشتہ رات بڑی پُر بہار گزری ہے

جو سیر دیکھ چکی گلشنِ مدینہ کی
پھر اس نگاہ پہ جنت بھی بار گزری ہے

نبی کی یاد میں گزری ہے عمر یوں'۔۔۔۔۔ جیسے
کوئی حسین شبِ انتظار گزری ہے

رچی بسی ہے تمہارے خیال کی خوشبو
یہ کیسی گلشنِ دل سے بہار گزری ہے

وہ زندگی جو بظاہر تھی بارِ دوش مگر
تری طلب میں بہت خوشگوار گزری ہے

نزاکتِ چمنِ ہشت خلد جس پہ نثار
مری نگاہ سے وہ نوک خار گزری ہے

وہی حیات ہوئی حاصل سکون دوام
جو تم سے دور' بہت بے قرار گزری ہے

مجھے اسی سگِ طیبہ کی عمر مل جائے
وہ ۔۔۔۔۔ جس کی عمر سرِ رہ گزار گزری ہے

مری حیات کو اخترؔ نہ کیوں دوام ملے
بہ شکلِ شاعرِ مدحت نگار گزری ہے

(مجلہ "نورُ الحبیب" بصیر پور۔ مئی ۱۹۷۸۔ ص ۱۰)

سلامِ رضا کا تضمین نگار

تحریر: صاحبزادہ محمد صلاح الدین واحدؔ رضوی (اٹک)

کوئی کسی بادشاہ کا قریبی ہو جائے تو وہ اپنے آپ کو بہت بڑا تصوّر کرتا ہے اور فخر محسوس کرتا ہے کہ میں اتنے بڑے آدمی کا قریبی ہوں اور پھر عام لوگ بھی اسے بڑا ہی جانتے ہیں مگر جو سب سے بڑے بادشاہ' جو ساری کائنات کے باذن اللہ مالک و مختار ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)۔۔۔۔۔ ان کا ہو جائے تو اس کی رفعت اور بلندئ مرتبت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ اور پھر جو سرکار (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بارگاہ میں نعت کی صورت میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتا ہے' وہ خدا کو کتنا محبوب ہو گا کیونکہ وہ اس بڑی ہستی کا نعت خواں ہے' نعت گو ہے جس پر اللہ تعالیٰ خود بھی ہر لمحہ درود بھیجتا ہے۔ یہی تو عبدیت کی معراج ہے کہ وہ کام جسے بندہ بھی کرتا ہے' اسے خالقِ دوجہان بھی کرتا ہے۔ اس حوالے سے جو بھی سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا نعت خوان ہے' درود خواں ہے دنیا کے وقتی بادشاہ اس کی سی رفعت نہیں حاصل کر سکتے۔ یہاں رنگ و نسل کی تمیز نہیں کی جاتی' یہاں تو فقط دل دیکھا جاتا ہے۔

سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے عشاق کا ذکر کرنا شروع کر دیا جائے تو صفحات ختم ہو جائیں' قلم رک جائیں' ہاتھ تھک جائیں مگر ذکر کماحقہٗ' نہ ہو سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا محبوب ہو جائے' وہ اللہ کا بھی محبوب ہے۔ سب سے بڑی چیز تو سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے در کی نیاز مندی ہے۔ ایسے ہی عشاق جو ہر لمحہ ذکرِ یار میں محو رہتے ہیں جن کے دل و زبان معروفِ نعت ہیں' ان میں اخترؔ الحامدی کا نام بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ شروع شروع میں ان کی تضمین بر سلامِ رضا کے اشعار سنتا تھا تو عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی مگر اس وقت تضمین یا تضمین نگاری سے واقف نہیں تھا۔ اب جب کہ کچھ سمجھ بوجھ حاصل

ہوئی تو ان کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اخترؔ الحامدی کی تضمین پُرلطف کیوں نہ ہو' یہ تو سونے پر سہاگہ کی مصداق ہے۔ کیونکہ جس سلام پر تضمین کی گئی ہے وہ سلام بھی ایسے ہی ایک عاشقِ رسول ﷺ کا ہے جو فنا فی العشق ہے جس کا لفظ لفظ' حرف حرف کمال محبت پر دالّ ہے اور یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ عشاق کی زبان عشاق ہی خوب سمجھتے ہیں۔ سلامِ رضاؔ پر بہت سے نعت نگاروں نے تضمین کی ہے بعض نے کچھ اشعار پر اور بعض حضرات نے مکمل تضمین لکھی ہے مگر ان سب میں جہاں تک میں نے دیکھی ہیں' اخترؔ الحامدی کا رنگ بالکل منفرد نظر آتا ہے۔ تضمینِ اخترؔ الحامدی میں جو لطافت' سلاست و روانی اور عمدگی مضامین ہے وہ دوسری تضمینوں میں مفقود ہے۔ اہلِ علم و دانش پر یہ بات ظاہر ہے کہ تضمین نگاری کتنا مشکل فن ہے گویا تضمین نگار ایک قسم کے قید و بند میں آ جاتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں "تضمین کہنا کوئی آسان کام نہیں۔ کامیاب تضمین کہنے کے لیے دل میں دل ڈالنا پڑتا ہے' کسی کے قدم سے قدم ملانا' کسی کے مرغِ فکر کے ساتھ ساتھ اڑنا' کسی کے سمندر میں غوطے لگانا کسی کے جہانِ خیال کی سیر کرنا کسی کے درخت میں پھل لگانا اور کسی کے گلشن میں اپنے پھول سجانا اتنا آسان کام نہیں۔ تضمین میں مُرغِ فکر پابند ہو جاتا ہے۔ مُرغِ فکر کو قفس میں اس طرح بند کرنا کہ حسنِ پرواز میں فرق نہ آئے بڑا مشکل کام ہے"۔

حضرت اخترؔ الحامدی علیہ الرحمہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے سلامِ رضاؔ پر سب سے پہلے مکمل تضمین لکھی ہے چنانچہ پروفیسر حفیظ تائبؔ لکھتے ہیں۔

"حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کے عہد آفرین و مقبول ترین سلام کے ایک سو اکہتر (۱۷۱) اشعار ہیں جن سب پر تضمین کرنے کی پہلی سعیٔ جمیلہ سید محمد مرغوب اخترؔ الحامدی علیہ الرحمہ نے کی۔ حضرت اختر الحامدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے فرزندِ اکبر حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی کے مرید اور لسان الحسان حضرت ضیاءؔ القادری بدایونی علیہ الرحمہ کے شاگرد اور جانشین تھے۔ ان کی تضمین "بہارِ عقیدت" کے نام سے چھپی جس کی سلاست و بلاغت اپنی مثال آپ ہے"۔

پروفیسر محمد اکرم رضا حضرت اخترؔ الحامدی کی تضمین نگاری کے متعلق لکھتے

ہیں۔ "اخترالحامدی کی ایک اور صفتِ خاص تضمین نگاری ہے۔ انہوں نے اساتذہ و مشاہیر نعت گو شعرا کی مشہور زمانہ نعتوں پر تضمینیں بھی لکھی ہیں۔ یہ تضمینیں رفعتِ فکر و فن کی بدولت اس قدر مکمل اور جامع ہیں کہ اصل نعت اور ان کی تضمین میں فرق کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ احمد رضاؔ خاں بریلوی کے مشہور زمانہ سلام پر ان کی کہی ہوئی تضمین اس قدر مقبول ہوئی کہ اب تک اس تضمین کے پاک و بھارت میں بیسوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں"۔

سلامِ رضاؔ پر اخترؔ الحامدی علیہ الرحمہ کی تضمین معنوی طور پر بھی بہت قریب ہے اور اہلِ علم کے نزدیک یہی فن ہے۔ اگرچہ دوسرے حضرات نے بھی تضمین کی ہے مگر عوام الناس میں زیادہ تر حضرت اخترؔ الحامدی کی تضمین ہی پڑھی جاتی ہے۔ ایک نعت گوئے حبیبِ کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لیے یہ عزت و شہرت سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بارگاہ سے بہت بڑا انعام ہے۔

اخترؔ الحامدی فقط تضمین نگار ہی نہیں بلکہ انہوں نے ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے اور بارگاہِ نبوی ﷺ میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ وہ اپنی کہی ہوئی نعتوں میں کبھی مدینے کی تمنا میں گم نظر آتے ہیں تو کبھی خواب میں زیارتِ سرکار (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے خواہش مند نظر آتے ہیں۔ کبھی ذکرِ معراج کبھی ذکرِ میلاد تو کبھی سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بارگاہ میں ہدیۂ درود پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آیئے ان کی ایک عجیب تمنا کا ذکر انہی سے سنتے ہیں' فرماتے ہیں۔

ہے تشنۂ تکمیل مدینے کی تمنا
اے موت! ابھی اور ہے جینے کی تمنا

بس ایک تمنا ہے قرینے کی تمنا
وہ صرف تمنا ہے مدینے کی تمنا

ہم خوب سمجھتے ہیں تمنا تری اخترؔ
مر کر تجھے طیبہ میں ہے جینے کی تمنا

جو لوگ سرورِ اُمّی کی گردِ راہ بنے!
وہ عرشِ دانش و حکمت کے مہروماہ بنے

گزر ہو آپ کا جس راہ سے، بنے کعبہ
قدم نواز دیں جس کو، وہ سجدہ گاہ بنے

ملی پناہ نہ جن بے کسوں کو دنیا میں
تری پناہ میں آ کر "جہاں پناہ" بنے

جنھیں ہنوز شعورِ خود آگہی بھی نہ تھا
بیک نگاہِ نبیؐ صاحبِ نگاہ بنے

بھٹک رہے تھے جو گمراہیوں کی وادی میں
وہ جانِ خضر کی وادی میں خضرِ راہ بنے

جہاں تو چیز ہے کیا، عالمِ دل و جاں کے
حضورؐ! آپ کے ادنیٰ غلام شاہ بنے

نگاہِ خُلق دلوں میں کچھ اس طرح اتری!
صنم کدے اَحدیّت کی جلوہ گاہ بنے

اس اک گناہ پہ صدقے مرے ہزار ثواب
جو وجہِ دیدِ رسولِ امیں گناہ بنے!

بلا بھی لیجئے اخترؔ کو اب تو طیبہ میں
حضورؐ اب تو حضوری کی کوئی راہ بنے

("برکاتِ صیام" مرتبہ محمد محبُ اللہ نوری۔ ص ۳۹)

قادِرُ الکلام نعت گو

تحریر: ولی قریشی (حیدر آباد)

اخترؔ الحامدی کے کلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے حقائق کو انتہائی موزون و مناسب الفاظ کی نشست و برخاست کے ساتھ نہایت دلچسپ پیرائے میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے خلوص و ہوشمندی کے ساتھ اپنے کلام کے گل و گوہر کو طشتِ عقیدت و محبت میں سجا کر انتہائی ادب سے دربارِ رسالتؐ میں پیش کیا ہے اور یہ کام کسی کہنہ مشق شاعر کے علاوہ کسی اور کے بس کی بات نہیں۔

مولانا اخترؔ الحامدی صاحب نے اپنے جذبات کو درحقیقت ایسے دلچسپ اور دلکش پیرائے میں ہوشمندی کے ساتھ اشعار کی شکل میں پیش کیا ہے جو کہ مُتاثر کیے بغیر نہیں رہتے۔ وہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں دیوانے ہیں مگر اپنے خیالات و جذبات کا اظہار بڑی ہوشیاری سے کرتے ہیں۔ وجۂ تخلیقِ کائناتِ ذاتِ حبیبِؐ کبریا ہے۔ زندگی کی تمام بہاریں آپؐ ہی کے باعث ہیں۔ اس خیال کو پیش کرنے کا انداز ملاحظہ کریں۔

زندگی ہم کو ملی سرورِؐ ذیشاں کے طفیل
یہ بہاریں ہیں اسی جانِ بہاراں کے طفیل

عظمتِ انسانی سے کسے انکار ہوسکتا ہے۔ شعرا حضرات عظمتِ انسانی کے گیت اپنے اپنے انداز میں الاپتے رہے ہیں۔ آپ نے اس موضوع پر یوں کہا ہے۔

اثریٰ میں جب حضورؐ تھے خالق سے ہمکلام

تھی قدسیوں میں عظمتِ انساں کی گفتگو
زندگی کے آپ نے سمجھائے اَسرار و رموز

آپؐ سے پہلے کے حاصل تھا عرفانِ حیات
تعالیٰ اللہ اوجِ درس گاہِ سرورِ عالم

فرشتوں کو سبق لیتے ہوئے دیکھا ہے انساں سے

دنیا کو غم والم کا گھر کہا جاتا ہے۔ محرومیوں سے اُکتائے ہوئے لوگ موت کی آرزو کرتے ہیں لیکن اختر الحامدی کہتے ہیں۔

ہے تشنۂ تکمیل مدینے کی تمنا
اے موت ابھی اور ہے جینے کی تمنا

ذرا اس شعر کے تیور تو دیکھیں۔

ہشیار باش اے نگہِ مصطفیٰ پسند
تو اور سوال دیدِ جمالِ خدا پسند

زبان و مضمون آفرینی ملاحظہ فرمائیں۔

یادِ زلف و عارض کا لطف رات بھر پایا
بخت کے اندھیرے میں نور تا سحر پایا

اک مقامِ رفعت ہے خاص ہر پیمبر کا
ہے بلند تر سب سے آپ کا مگر پایہ

دور رہ کے آقا سے کیا مزہ ہے جینے کا
اب تو اپنے جینے سے یہ غلام بھر پایا

اور دیکھتے جلوے ان کی شانِ رحمت کے
کیا کریں قیامت کا دن ہی مختصر پایا

دنیا کو کوئی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا
ہوتے جو تم نہ یوں پسِ پردہ نظر نواز

آپ کو فنِ تضمین میں بھی بڑی مہارت ہے۔ مشہور شعرا علامہ حسن بریلوی علیہ الرحمۃ، علامہ ضیاء القادری علیہ الرحمہ اور مولانا نیر الحامدی علیہ الرحمہ کے کلام پر آپ نے بہترین تضمین کی ہے لیکن وہ تضمین جو آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کے سلام پر بہ عنوان "بہارِ عقیدت" فرمائی ہے، آپ اپنا جواب ہے۔ آپ کو محنتِ شاقہ، کہنہ مشقی اور عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے لسان الحسان مولانا ضیاء القادری بدایونی کا جانشین بنا دیا اور کون جانے کہ مولانا اختر الحامدی صاحب کا شغلِ نیک آپ کی بخشش کا بھی سبب بن جائے۔

صفِ اول کے نعت گو شاعر

تحریر: سید شریف احمد شرافت نوشاہی

نعت گوئی کا فن عبادت کا ایک جُزو ہے کیونکہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ پاک ہے "وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین" اور خدا تعالیٰ کی رحمت کی توصیف کرنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا خاص عباداتِ الٰہی ہے اسی لئے اکابر اولیائے امتِ محمدیہؐ اور اعاظم علمائے ملتِ مصطفویہؐ اپنی اپنی زبان میں فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرتے رہے ہیں۔ نعت گوئی بھی یقیناً" ترقیٔ مدارجِ ظاہری و باطنی کا ایک ذریعہ ہے۔

"نعت محل" کے مصنف جناب مولانا سید محمد مرغوب شاہ صاحب المعروف مولانا اختر الحامدی بھی بقیۃ السلف ہیں۔ موصوف اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں۔ "نعت محل" کا لفظ لفظ عشقِ محمدیؐ میں ڈوبا ہوا ہے اور حرف حرف سے محبتِ نبویؐ کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ آپ کا شمار پاکستان کے صفِ اول کے نعت گو شعرا اور اساتذۂ فن میں ہے۔ مولانا اختر الحامدی کا کلام اہلِ سنت کے اکثر جرائد میں شائع ہوتا رہتا ہے اور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عاشق آپ کے ایمانی و وجدانی نغموں سے مستفید و مستفیض ہوتے رہتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آپ کا شمار حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ علیہ کے مریدانِ خاص میں ہے۔ ساتھ ہی موصوف کو لسان الحسان علامہ ضیاء القادری علیہ الرحمہ کا شاگرد بہ اختصاص اور حضرت کے فنی کمالات کا پورا پورا نمونہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

اختر الحامدیؒ کی شخصیت

تحریر: مقبول الوری

مولانا سید محمد مرغوب صاحب اختر الحامدی مادری لحاظ سے جیلانی النسب اور پدری سلسلہ سے حضرت خواجہ سید قطب الدین محمد مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ ان کے والدِ ماجد حضرت مولانا سید محمد ایوب صاحب منشؔ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اجمیر شریف کے اساتذہ میں ہوتا تھا۔ آپ حضرت میر نثارؔ تلمیذ مومنؔ دہلوی کے شاگرد تھے۔

اختر الحامدی صاحب کے نانا علامہ حافظ سید راحت علی صاحب راحتؔ جودھپوری مشہور عالم دین، ولیٔ کامل اور فنِ شعر و ادب کے مستند استاد تھے۔ آپ کے ماموں مولانا حکیم سید اصغر علی صاحب اصغرؔ رضوی جودھپوری حضرت مولانا احسنؔ مارہروی کے شاگرد تھے۔ غرضیکہ محترم اخترؔ الحامدی صاحب کا گھرانہ ہمیشہ علم و حکمت اور شعر و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ ایسے ماحول میں پرورش پانے والا اگر شاعر نہ ہوتا تو تعجب کی بات ہوتی۔

آپ نے اولاً" عربی و فارسی کی ابتدائی کتب اپنے نانا جان حضرت راحتؔ جودھپوری سے پڑھیں۔ پھر حضرت اصغرؔ جودھپوری علیہ الرحمہ نے اپنے ہمعصر استاذ الشعراء حضرت علامہ رضائے حسنین صاحب بیدلؔ صدیقی بدایونی علیہ الرحمہ بن حضرت بیخودؔ بدایونی تلمیذِ حضرتِ داغؔ کے سپرد کر دیا۔ یہیں سے تعلیم کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ محترم اخترؔ الحامدی صاحب کا علامہ بیدلؔ علیہ الرحمہ کی خصوصی توجہ سے بچپن ہی میں خصوصی شعرا میں شمار ہونے لگا۔ شاہنامۂ فردوسی

تک تعلیم پانے کے بعد آپ کو تشنگیٔ علم بریلی شریف لے گئی جہاں آپ نے ۱۹۴۱ء میں منظرِ اسلام سے مولوی فاضل اور ادیب فاضل کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ افسوس! کہ حضرت علامہ بیدلؔ بدایونی علیہ الرحمہ کی خصوصی توجہ زیادہ عرصہ شاملِ حال نہ رہ سکی اور علامہ موصوف رحلت فرما گئے۔

حضرت کے وصال کے بعد حضرت مولانا اخترؔ الحامدی نے حضرت لسان الحسّان، علامہ ضیاءؔ القادری بدایونی علیہ الرحمہ کی خدمت میں زانوئے ادب تہ کیا اور انھیں اپنی غزلیات دکھاتے رہے یہاں تک کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ لطف اور محترم اخترؔ صاحب کے پیرو مرشد حضور حجۃ الاسلام شاہ محمد حامدؔ رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کی توجہ خاص اور لسان الحسّان علیہ الرحمہ کے فیضِ صحبت اور محنتِ شاقہ کے طفیل اور ان کی دعاؤں کے اثر سے محترم اخترؔ الحامدی صاحب ہمیشہ کے لئے شاعرِ رسولؐ بن کر منظرِ عام پر آنے لگے۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ آپ کا شمار نعت گو شعرا میں چوٹی کے اساتذہ میں ہوتا ہے اور پاک و ہند کے مختلف رسائل رضوان، سالک، مبلغ، انوار الصوفیہ، ماہِ طیبہ، آئینہ وغیرہ آپ کے کلام سے مزیّن نظر آتے ہیں۔

واضح رہے کہ علامہ ضیاءؔ القادری علیہ الرحمہ حضرت امیرؔ بدایونی کے شاگرد تھے اور حضرت امیرؔ حضرت غالبؔ دہلوی کے۔ آپ حضرت لسان الحسّان کے جانشین بھی ہیں۔

اخترؔ الحامدی کی زندگی کا سرمایہ

تحریر: پروفیسر بشیر قادری

جناب اخترؔ الحامدی کے کلام میں رضاؔ کی جھلک نظر آتی ہے، یعنی شدید خلوص، سوز و گداز اور روح کی تڑپ۔ مولانا کی زندگی کا سرمایہ صرف یادِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے۔ یادِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور ذکرِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ان کی عبادت ہے۔

دل میں یادِ نبیؐ رہے اخترؔ
ہے یہی زندگی کا سرمایہ

اخترؔ ہے شغلِ نعت عبادت مرے لئے
میری کتابِ فکر کے عنواں ہیں مصطفیٰؐ

زبان شستہ و صاف ہے جس میں آبِ جو کی سی روانی ہے۔ تشبیہات و استعارات میں بھی ندرت ہے۔

صبح کی آغوش میں لیتی ہے شب انگڑائیاں
یا ہے خم عارض پہ زلفِ مشک فامِ مصطفیٰؐ

نازک یہ بھنویں ان کی، عارض پہ یہ خال ان کا
معروفِ تلاوت ہے کعبے میں بلال ان کا

جناب اخترؔ نے مختلف اصنافِ سخن پر قلم اٹھایا ہے مثلاً" غزل، مسدس، مثنوی۔ لیکن تضمین کے میدان میں ان کا ہم پلّہ مشکل سے نظر آئے گا۔ مختصر غزل

کی تضمین کرلینا آسان ہے لیکن طویل غزلوں کی تضمین ایک ماہر فن ہی کا کام ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی طویل ترین نعتوں کی تضمین کر کے انہوں نے نعت گوئی خصوصاً" فنِ تضمین میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کے مشہور سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

کی تضمین نے ان کی شہرت کو بامِ عروج پر پہنچایا ہے۔ یہ تضمین "بہارِ عقیدت" کے نام سے علیحدہ بھی شائع ہو چکی ہے جس کا ذکر اس شعر میں ہے۔

مشہور ہے "بہارِ عقیدت" کے نام سے
اختر مرا سلامِ ششناوؔ دوسرا

اسی طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے "قصیدۂ نور" پر تضمین بنام "انوارِ عقیدت" فن کا بہترین نمونہ ہے۔

نعتِ اختر الحامدی کی لذت

تحریر: محمد افضل کوٹلوی۔ ایم اے (فیصل آباد)

میں اختر الحامدی کو نہ صرف جانتا ہوں بلکہ ان کی ادبی شخصیت کو پہچانتا بھی ہوں۔ اختر الحامدی قادر الکلام نعت گو شاعر ہے۔ ان کے کلام میں جہاں حسنِ عقیدت، اخلاصِ نیت، جوشِ محبت اور ولولۂ شوق ہے وہاں اس میں رعنائیِ فن بھی موجود ہے۔ اختر کو زبان و محاورہ کے استعمال پر پورا عبور حاصل ہے۔ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو سچا عشق اور بزرگانِ دین سے والہانہ محبت ہے کلامِ اختر میں اس کا مظاہرہ ملتا ہے۔

اعلیٰ حضرتؒ کے سلام پر تضمین، اختر کے شاعرانہ کمال کی آئینہ دار ہے۔ اس تضمین میں سلام اور تضمین کے اشعار میں زبان و بیان کا فرق محسوس نہیں ہوتا، ساتھ ہی ساتھ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار کی تشریح بھی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اختر الحامدی نے ۱۹۵۰ء میں کہا تھا۔

نعت کی لذت میرے لیے ہے

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی نعتوں کی لذت سب کے لیے ہے۔

صداقت کی روشنی

تحریر: عزیز حاصلپوری

میں بغیر کسی غلو اور جوشِ عقیدت کے عرض کرتا ہوں کہ مولانا سید اختر الحامدی ان چند نعت گو شعرا کی صف میں شامل کئے جا سکتے ہیں جنہیں واقعی سچی شہرت حاصل ہوئی ہے اور جنہوں نے سچ مچ توفیقِ ایزدی و سلامتِ طبع کے ساتھ فنِ نعت گوئی میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ مولانا اختر الحامدی کے کلام میں جوش کے ساتھ ہوش، جنوں کے ساتھ شعور اور عقیدت کے ساتھ بصیرت کی آمیزش نظر آتی ہے۔ وہ دیوانوں کی طرح سوچتے ہیں اور ہوش مندوں کی طرح لکھتے ہیں اسی لئے ان کا کلام خیالات و نظریات کی ناہمواری و بے جائی سے پاک نظر آتا ہے۔ سیدھے سادے لفظوں میں یوں کہئے کہ ان کا دل اخلاص و عقیدت کے سچے جذبات سے لبریز ہے اور ان میں راستی و صداقت کی روشنی کماحقہٗ موجود ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کس قدر حسیں ہم نے مطلعِ نظر پایا
جس طرف نظر اٹھی، تم کو جلوہ گر پایا

بار زلف و عارض کا لطف رات بھر پایا
بخت کے اندھیرے میں نور تا سحر پایا

اک مقامِ رفعت ہے خاص ہر پیمبر کا
ہے بلند تر سب سے آپ کا مگر پایہ

آگ اور پانی کا ارتباط تو دیکھو
شمع دل کی جب بھڑکی، آنکھ کو بھی تر پایا

سر زمینِ کعبہ پہ سر جہاں جہاں رکھا
تیری خاک پا پائی، تیرا سنگِ در پایا

ہے وجودِ باری پہ ذاتِ شاہؐ والا کا
معتبر دلائل میں معتبر پایہ

دردِ دل نے اٹھ اٹھ کر اپنی ہی بلائیں لیں
جب طبیبِ طیبہؐ کو اپنا چارہ گر پایا

قل انّی ترا رتبہ، قربِ حق تری منزل
عرش سر بسجدہ ہے تیرا دیکھ کر پایہ

دور رہ کے آقاؐ سے، کیا مزہ ہے جینے کا
اب تو ایسے جینے سے یہ غلام بھر پایا

اور دیکھتے جلوے ان کی شانِ رحمت کے
کیا کریں قیامت کا دن ہی مختصر پایا

("نعت محل" سے)

نگاہِ خاطرِ مضطر نواز کے صدقے
مری طرف بھی اشارہ ہو اے قرارِ نظر

تری تلاش ہے اے رونقِ دیارِ حبیبؐ
ترے بغیر ہے اجڑا ہوا دیارِ نظر

بہارِ گلشنِ طیبہ بسی ہے آنکھوں میں
ہے رشکِ ہشت بہشتِ بریں کنارِ نظر

ترا جمالِ شب و صبحِ تابناکِ حیات
ترا خیال مہ و مہر نور بارِ نظر

اٹھی تو آپ کے دستِ کرم کی سمت اٹھی
ہے کتنا محکم و مضبوط اختیارِ نظر

ہجومِ نور کا عالم ہے صبحِ شامِ فراق
شعاعِ مہرِ مدینہ میں گم ہے تارِ نظر

وہ بس رہے ہیں نظر میں زہے نصیب اختر
یہ سر زمینِ مدینہ ہے یا دیارِ نظر

(نعت محل سے)

یوں ہوئی یادِ رُخِ محبوبؐ مہمانِ حیات
آنسو آنسو بن گیا شمعِ فروزانِ حیات

میری جانب بھی بہ شانِ لطف اے جانِ حیات
وہ نگاہیں جو بدل دیتی ہیں عنوانِ حیات

کر دیا پُر گوہرِ مقصد سے دامانِ حیات
یا نبیؐ تم بن کر آئے ابرِ نیسانِ حیات

تم نے آ کر سوزنِ رحمت سے کی بخیہ گری
پارہ پارہ ہو چکا تھا ورنہ دامانِ حیات

زندگی کے آپ نے سمجھائے اسرار و رموز
آپ سے پہلے کسے حاصل تھا عرفانِ حیات

تم نے قیدِ جہل سے بخشی نجاتِ دائمی
ہر نفس تھا خلق کو زنجیرِ زندانِ حیات

اُن کی دُھن، اُن کی لگن، اُن کی تمنا، اُن کی یاد
مختصر سا ہے مگر کافی ہے سامانِ حیات

تیرے صدقے اے بہارِ فرقتِ کوئے حبیبؐ
ہے پھلا پھولا خدا رکھے گلستانِ حیات

شانۂ اخلاق سے تم نے سنوارے پیچ و خم
ورنہ تھی الجھی ہوئی زلفِ پریشانِ حیات

اے دیارِ مصطفیٰؐ میں مرنے والے خوش نصیب
کس حسیں انداز سے بدلا ہے عنوانِ حیات

(نعت محل سے)

لیلۃ القدر سے وَالفجر عیاں ہے کہ نہیں
عارضِ نور پسِ زلف نہاں ہے کہ نہیں

کیسے جنت کا مدینے میں سماں ہے کہ نہیں
جو وہاں لطف ہے رضواں وہ یہاں ہے کہ نہیں

یہ بھی سوچا کبھی اے شکوہ گرِ ہجرِ حبیبؐ
کہ ترا ذوق ابھی شعلہ بہ جاں ہے کہ نہیں

جامِ مَازاغ سے اسریٰ کا جھلکتا ہے سرور
چشمِ مخمورِ نبیؐ بادہ فشاں ہے کہ نہیں

ہے تری خاک ہمہ کیمیا تاثیر مگر
فطرتِ برق بھی ہستی میں نہاں ہے کہ نہیں

("نعت محل" سے)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ اللہ رے اعجازِ کفِ پائے حضورؐ
بن گئی قبر مری عرشِ معلّائے حضورؐ

آپ کی چشمِ کرم لطف جو فرمائے حضورؐ
مجھ کو گھر بیٹھے مدینہ نظر آ جائے حضورؐ

آج ہر موج میں ہیں بخشش و رحمت کے گہر
عاصیو! جوش پہ ہے حشر میں دریائے حضورؐ

آپ ہیں حامد و محمود و محمدؐ، احمدؐ
کتنے پاکیزہ ہیں اللہ رے اسمائے حضورؐ

قابَ قوسَین تو اک حد مرے ادراک کی ہے
ورنہ اس حد سے بھی آگے ہے کہیں، جائے حضورؐ

آپ سے پائی ہے معراج نے معراجِ کمال
منزلِ اوج ہے ممنونِ کفِ پائے حضورؐ

بے زر و پر کو بھی طیبہ کی زیارت ہو جائے
ہو اگر مائلِ اعجاز تمنائے حضورؐ

ہر نفس آپ کے اک شمعِ کرم کا پَرتو
موجزن زیست کی رگ رگ میں ہے دریائے حضورؐ

نعت ہی کے لئے پائی ہے زباں اختر نے
آپ کے گیت شب و روز نہ کیوں گائے حضورؐ

("نعت محل" سے)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ عرش بریں ہے کہ مدینے کی زمیں ہے
ساجد ہیں فرشتے بھی جہاں میری جبیں ہے

ہر ایک تڑپ رشکِ فردوسِ بریں ہے
محبوبؐ! ترا درد بھی کس درجہ حسیں ہے

جو بھی ہے گدا آپ کا بحر و بر کے نگیں ہے
سرکارؐ کا در مرکزِ پرکارِ یقیں ہے

جب تک نہ ہو اس جانِ عبادت کا تصوّر
واللہ عبادت کوئی مقبول نہیں ہے

اے ماہِ تدلّٰی چھو گئے جس کو ترے جلوے
وہ ذرۂ رہ تاجِ سرِ مہرِ مبیں ہے

"نعت محل" سے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتنی حسیں ہے ان کے ثنا خواں کی گفتگو
آٹھوں پہر ہے سرورِ دوراں کی گفتگو

ہر وقت کیجئے شہِ خوباں کی گفتگو
آنکھوں کا ذکر ہو کبھی مژگاں کی گفتگو

اللہ اور سلسلۂ شب دراز ہو
جاری ہے ان کے گیسوئے ذیشاں کی گفتگو

سن لے جو تذکرہ بھی عذارِ حبیبؐ کا
چھیڑے نہ عندلیبِ گلستاں کی گفتگو

کیا شامِ عید آمدِ یادِ حبیبؐ ہے
ہے آنسوؤں میں جشنِ چراغاں کی گفتگو

تیرے سوا خیالِ نبیؐ! میں رہتے نثار
سمجھا نہ کوئی دیدۂ گریاں کی گفتگو

پھولوں کی بزم ہو کہ ہو تاروں کی انجمن
ہوتی ہے آپؐ کے لب و دنداں کی گفتگو

"نعت محل" سے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گلبار داغِ ہجرِ نبیؐ اس قدر رہے
آنکھوں پہ بہشت بداماں نظر رہے

مجھ کو رہِ عدم میں نہ خوف و خطر رہے
یادِ جمالِ روئے نبیؐ ہم سفر رہے

یارب! نہ زخمِ ہجرِ مدینہ ہو مندمل
یہ دل اللہ آباد، محمدؐ نگر رہے

دل کی تڑپ نہ کم ہو حضوری کے بعد بھی
یارب! یہ دل نواز خلش عمر بھر رہے

اختر رہِ حیات میں پائی رہِ نجات
ہر گام پہ اصولِ رضا راہبر رہے

("نعت محل" سے)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زائر ہیں رواں شام و سحر سوئے مدینہ
اے کاش ہو اپنا بھی سفر سوئے مدینہ

سر سوئے حرم، دل ہے مگر سوئے مدینہ
سجدے ہیں بالفاظِ دگر سوئے مدینہ

اتنی ہو وارفتگیٔ شوقِ نظارہ
ہر وقت ہو بے تاب نظر سوئے مدینہ

اٹھ اور نئے انداز سے اٹھ، میں ترے صدقے
لے چل مجھے اے دردِ جگر سوئے مدینہ

ذراتِ مدینہ کی کشش دیکھ رہا ہوں
جاری ہے ستاروں کا سفر سوئے مدینہ

ہر ذرہ ہمہ طور، ہمہ برقِ تجلی
باچشمِ کلیمانہ نگر سوئے مدینہ

کب دیکھئے سرکار سے آتا ہے بلاوا
دن رات ہے اختر کی نظر سوئے مدینہ

("نعت محل" سے)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ حسن و رنگ، یہ نور و نکھار آپؐ سے ہے
حسینِ کعبہ، حسیں ہر بہار آپؐ سے ہے

سکوں زمیں کو، فلک کو قرار آپؐ سے ہے
ثباتِ عالم ہژدہ ہزار آپؐ سے ہے

یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ پھول، یہ غنچے
یہ کائنات جناں درکنار آپؐ سے ہے

بسی ہے آپ کے گیسوئے عنبریں کی مہک
فضا ہے مست، ہوا مشکبار آپؐ سے ہے

ہر ایک اوج نے پائی ہے آپؐ سے عظمت
ہر اک وقار کو حاصل وقار آپؐ سے ہے

یہ ہست و بود، وجود و عدم، ظہور و نمود
یہ نظمِ گردشِ لیل و نہار آپؐ سے ہے

محیطِ ارض و سما ہیں تجلیاتِ حضورؐ
بہشتِ قلب و نظر کی بہار آپؐ سے ہے

سجی ہے آپ کے جلووں سے بزمِ کُنْ فَیَکُوْن
حسینِ محفلِ پروردگار آپ سے ہے

("نعت محل" سے)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہے تشنۂ تکمیل مدینے کی تمنا
اے موت! ابھی اور ہے جینے کی تمنا

بس ایک تمنا ہے قرینے کی تمنا
وہ صرف تمنا ہے مدینے کی تمنا

اللہ غنی رفعتِ ایوانِ محمدؐ
ہے عرشِ الٰہی کو بھی زینے کی تمنا

دو بوند ملے ساغرِ مَا زَاغ سے ساقی
بس اور نہیں کچھ مجھے پینے کی تمنا

قسمت سے ملا آمنہؓ کا لعلِ درخشاں
تھی مہرِ رسالت کو نگینے کی تمنا

دیکھا کہ ہیں سرکارِ عرب ساقیٔ کوثر
رندوں کو ہوئی اور بھی پینے کی تمنا

صد پارہ ہوں یوں دامنِ دل ہجرِ نبیؐ میں
ہو "بخیہ گرِ وصل" کو سینے کی تمنا

ہے تشنہ دہن آج لبِ چشمۂ رحمت
لائی ہے کہاں کھینچ کے پینے کی تمنا

ہم خوب سمجھتے ہیں تمنا تری اختر
مَر کر تجھے طیبہ میں ہے جینے کی تمنا

("نعت محل" سے)

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

زندگی ہم کو ملی سرورِ ذیشاں کے طفیل
یہ بہاریں ہیں اسی جانِ بہاراں کے طفیل

پھول ہنستے ہیں تمہارے لبِ خنداں کے طفیل
جگمگاتے ہیں ستارے دُرِ دنداں کے طفیل

شب مہک بار ہے زلفِ شہِ دوراں کے طفیل
مہر در کف ہے سحر، عارضِ تاباں کے طفیل

آپ کی ذات ھُوَ اللّٰہُ اَحَدْ کی ہے دلیل
رب کا عرفان ہوا آپ کے عرفاں کے طفیل

بُقعۂ نور ہے ہر گوشۂ ایوانِ حیات
بدر کے چاند ترے رُوئے درخشاں کے طفیل

نامِ نامی ہے سرِ لوحِ کتابِ ہستی
زندگی ہو گئی انمول اسی عنواں کے طفیل

نہیں شکوہ مجھے اب بے سروسامانی کا
بخدا تیری تمنا، ترے ارماں کے طفیل

صدقے ہو کر تری زلفوں پہ برستی ہے گھٹا
ابر اٹھتا ہے ترے سایۂ داماں کے طفیل

"(نعت محل ؑ سے)"

کلامِ اختر میں درود و سلام

تحریر: ایڈیٹر نعت

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو بہت سے حکم دیے ہیں لیکن ایک کے علاوہ ایسا کوئی حکم نہیں دیا جس کے ساتھ، بلکہ اس سے پہلے یہ فرمایا ہو کہ میں بھی کرتا ہوں۔ پھر آیۂ درود میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور فرشتوں کے، حضور سیدِ عالم و عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنے کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول نہیں فرمایا، عبدہ، بھی نہیں کہا، نبی فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو رسالت کی صفت سامنے آئی اور جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معراج کے لیے تشریف لے گئے تو عبدہ، کی صفت کا اعلان ہوا۔ لیکن نبی تو حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ اس وقت بھی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

یوں آیۂ درود کے پہلے حصے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود اس وقت سے بھیج رہے ہیں جب سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو نبی بنایا گیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیۂ درود کے دوسرے حصے میں اہلِ ایمان کو حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر درود کے ساتھ ساتھ سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے، اور سلام بھی یوں جیسے سلام بھیجنے کا حق ہے۔

چنانچہ حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ بیکس پناہ میں ہدیۂ درود و

سلام پیش کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے اور بہت سی احادیثِ مبارکہ سے یہ بات ثابت
ہوتی ہے کہ اپنے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسمِ گرامی سن کر درود پڑھنا
واجب ہے۔ جو شخص حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نامِ نامی لے کر، سن کر،
پڑھ کر یا لکھ کر درود و سلام کا اہتمام نہیں کرتا، وہ اللہ کریم جل و علا کے حکم کی
خلاف ورزی کرتا ہے اور احادیث میں وارد وعیدوں کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ حضور صلی
اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ایسا شخص ظالم ہے، ایسا شخص بخیل ہے، ایسا شخص
بدبخت ہے، ایسا شخص ذلیل و خوار ہو، ایسا شخص جہنم رسید ہوا، ایسے شخص سے میرا
کوئی تعلق نہیں، ایسا شخص جنت کا حقدار بھی ہوا تو جنت کا راستہ بھول جائے گا۔

جامع ترمذی میں ہے، حضرت اُبَیؓ بن کعب کہتے ہیں، میں نے حضور حبیب
کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی خدمت میں عرض کیا، یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم)
میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں۔ آپ فرمائیں کہ میں اس کام کے لیے کتنا
وقت مقرر کر لوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ مَاشِئْتَ (جتنا تم چاہو)
میں نے عرض کیا، چوتھائی وقت۔ فرمایا۔ مَاشِئْتَ۔ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ (جتنا چاہو
لیکن اگر زیادہ کر لو تو تمہارے لیے بہتر ہے)۔ میں نے عرض کیا، نصف وقت؟ فرمایا،
تمہاری مرضی، مگر اور زیادہ کر لو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا، یا
رسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم) میں سارا وقت آپ پر درود ہی نہ بھیجا کروں۔
فرمایا، ایسا ہو گا تو سب غموں سے آزاد ہو جاؤ گے، تمہارے سب دُلدّر دور ہو جائیں
گے اور تمہارے سب گناہ ختم کر دیئے جائیں گے۔

معلوم ہوا کہ جہاں مسلمان پر درود و سلام واجب ہو جاتا ہے، وہاں خامی پائی
گئی تو وعیدیں منتظر ہیں اور جب صاحبِ ایمان محبت، عقیدت و ارادت کے جذبات و
احساسات کے ساتھ درود و سلام کے وظیفۂ خداوندی میں مصروف ہوتا ہے تو ہر غم
سے نجات پاتا ہے، اپنے گناہ ختم کرا لیتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
نے فرمایا، قیامت کو وہ شخص میرے سب سے قریب ہو گا، جو مجھ پر زیادہ درود و سلام

پڑھتا ہے۔

علامہ سید محمد مرغوب، اختر الحامدی عالمِ دین ہیں، درود و سلام کے بارے میں
احکام و فرامینِ خدا و رسول (جل شانہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) سے اچھی طرح واقف
ہیں، اس لیے اپنے کلام میں درود و سلام کی تبلیغ بھی کرتے ہیں اور اہتمام بھی۔

اے خدا کے حبیبؐ عرش مقام
تم پہ بے انتہا درود و سلام

اختر مدام ان پر درود و سلام ہو
جن کے فراق کی ہے خلش بھی جگر نواز

ہار گردن میں درودوں کا ہے کیا، دیکھو
ہیں ہر اک تار میں گل ہائے فتوضی دیکھو

"صلی اللہ علیہ وسلم" ردیف میں بہت سے شاعروں نے نعتیں کہیں۔ رازؔ
کاشمیری مرحوم نے "صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی جس میں
۱۴۲ نعتیں کہی ہیں۔ پھر ماہنامہ "نعت" کے اکتوبر نومبر ۱۹۸۹ کے دو شماروں میں اسی
ردیف کی وہ نعتیں شامل کی گئیں جو رازؔ کاشمیری کی کتاب میں نہیں تھیں۔ ان کی
تعداد ۱۰۵ ہے۔ ان ۲۹۷ نعتیں میں اخترؔ الحامدی کی نعت ایسی ہے کہ اس کی ردیف
"سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔ مطلع ملاحظہ فرمایئے:

دل ہے نثارِ سرورِ عالم صلی اللہؐ علیہ وسلم
عاشقِ زارِ سرورِ عالم صلی اللہؐ علیہ وسلم

"نعت محل" میں "صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ" ردیف کی دو نعتیں ہیں، ایک فارسی، ایک
اردو۔

آپؐ سے شانِ کائنات، آپؐ ہیں جانِ کائنات
آپؐ ہیں رشتۂ حیات صلِ علیٰ محمدٍ

بر تو فدا ہزار جاں، قبلۂ جانِ عاشقاں

کعبۂ ہر خدا پرست صلِّ علیٰ محمدؐ

صفحہ ۱۷۷ سے ۱۸۳ تک حصۂ درود و سلام ہے۔ مطلعے دیکھئے۔

شۂ تدلّٰی وقار آئے' درود ان پر سلام ان پر
خدائی کے تاجدار آئے' درود ان پر سلام ان پر

سرورِ انبیا صلوٰۃ و سلام
مظہرِ کبریا صلوٰۃ و سلام

یا نبیؐ یا رَفَعْنَا مقام' السلام
نورِ مطلق کے نورِ تمام' السلام

صبح فردوسِ جنت کی شام السلام
روح پرور خدا کا پیام السلام

اے حبیبِ خدا السلام' السلام
السلام' انبیا کے امام السلام

آیۂ حسنِ بے مثال' لاکھوں سلام آپؐ پر
سایۂ عینِ ذوالجلال' لاکھوں سلام آپؐ پر

"مثنوی انوار العرفان" میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر کے بعد جس والہانہ انداز میں سلام پیش کرتے ہیں' وہ قابلِ داد ہے۔ چند شعر دیکھئے:

اے سرورِ دیں' سلام تم پر
محبوبِ حسیں! سلام تم پر
اے نورِ مبیں' سلام تم پر
قوسین مکیں' سلام تم پر
ہو تم پہ سلام جانِ رحمت
اے روحِ روانِ شانِ رحمت

ہو تم پہ سلام نجم و یٰسٓ
اے جانِ بہارِ گلشنِ دیں

علامہ اختر الحامدی نے مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے سلام پر تضمین بھی کی ہے۔ دو بند دیکھئے:

میرے سلطانِ باوقار سلام
شہر یاروں کے شہر یار سلام
اے شہِ عرش اقتدار سلام
"اے مدینے کے تاجدار سلام
اے غریبوں کے غم گسار سلام"

آفتابِ حسینِ فاراں پر
روحِ رنگینیٔ بہاراں پر
اس کرم بار ابرِ باراں پر
"اس پناہِ گناہ گاراں پر
یہ سلام اور کرور بار سلام"

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے مشہورِ زمانہ "سلام" کے تمام اشعار پر علامہ اختر الحامدی نے تضمین کی ہے اور حق ادا کر دیا ہے۔ یہ بھی درود و سلام سے ان کی محبت کا والہانہ اور مشتاقانہ اظہار ہے۔ چند بند ملاحظہ فرمائیے:

صدرِ بزمِ امارت پہ بے حد درود
میرِ جیشِ ریاست پہ بے حد درود
شرحِ صدرِ صدارت پہ بے حد درود
"فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام"

منبعِ ہر شرافت پہ ارشد درود

مجمعِ ہر جماعت پہ امجد درود
مرجعِ ہر کرامت پہ بے حد درود
"مطلعِ ہر سعادت پہ اسعد درود
مقطعِ ہر سیادت پہ لاکھوں سلام"

راحتِ بعدِ کلفت پہ اکثر درود
رحمتِ بعدِ زحمت پہ اکثر درود
طلعتِ بعدِ ظلمت پہ اکثر درود
"کثرتِ بعدِ قلت پہ اکثر درود
عزتِ بعدِ ذلت پہ لاکھوں سلام"

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خدا وہ دن کرے ہم روضہ خیرالبشرؐ دیکھیں
زمیں پہ عرش کے انوار تا حدِ نظر دیکھیں

شبِ معراج کی تقدیر ہے کس اوج پر! دیکھیں
ہے "بدرِ ہاشمی" برجِ دنا میں جلوہ گر دیکھیں

حسینِ حق تعالیٰ کا مماثل لا نہیں سکتے
چراغِ نور لیکر روز و شب شمس و قمر دیکھیں

سمائے کون آنکھوں میں، جچے اب کون نظروں میں
کہ ہم اے خدا کے چاند۔ تجھکو دیکھ کر، دیکھیں

ثنا مطلعِ وَالْفَجْر ہیں وَاللَّیْل کے جلوے
نظر افروز ہے نظارۂ شام و سحر دیکھیں

تمنا ہے کہ طیبہ میں پہنچ کر موت آ جائے
ترے قدموں میں رہ کر تیرے جلوے عمر بھر دیکھیں

مجھے اذنِ مدینہ کب درِ اقدس سے ملتا ہے
کب آخر آرزوئے حاضری آتی ہے بر۔ دیکھیں

(غیر مطبوعہ)